مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۲ء

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے تحت منعقدہ کانفرنس
اخبار و جرائد کی نظر میں مختلف سالوں کے مختصر تراشے

ترتیب: افضل حسین نقشبندی مسعودی

THE DAILY JANG KARACHI — روزنامہ جنگ کراچی — SUNDAY MARCH 12, 2006 — اتوار 11 صفر المظفر 1427ھ 12 مارچ 2006ء — بانی: میر خلیل الرحمٰن

امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس 25 مارچ کو ہوگی

FOUNDED BY QUAID-I-AZAM MOHAMMAD ALI JINNAH

DAWN

Vol. LX No. 79 Karachi, Safar 22, 1427 Thursday, March 23, 2006 36 PAGES
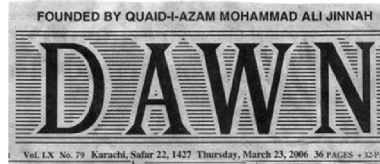
Imam Ahmed Raza moot on 25th

By Our Staff Reporter

KARACHI, Mar 22: On the life of Imam Ahmad Raza and his services in the field of learning, 18 doctorates and 17 M Phil degrees have so far been awarded to scholars by different universities of India, Pakistan, Egypt and the US and now his scientific works are being translated into English so that modern-day world scholars could assess his contribution in the development of medical science, mathematics, and physics.

This was stated by President of Idara Tahqeeqat-i-Imam Ahmad Raza Sahibzada Syed Wajahat Rasool Quaderi while addressing a press conference at the Idara office on Wednesday. The Idara has over 1,000 books on the works of Imam Ahmad Raza, they said, adding an international moot is beginning from March 25 in a local hotel which will be attended by scholars from Pakistan and abroad, including India, Egypt, Kuwait, Syria and Saudi Arabia.

He said delegates have already started arriving to read out papers. They include Al-Syed Yusuf Hashim Al-Rifai from Kuwait, Dr Qmar Bin Abdullah Kamil Al-Madani from Jeddah, Al-Shaikh Hassamuddin Al-Quaderi from Syria, Dr Juda Mohammad Al-Mehdi from Jamia Al-Azhar, Egypt and etc.

THE DAILY JANG KARACHI — روزنامہ جنگ کراچی — SUNDAY JULY 18, 1999 — اتوار 4 ربیع الثانی 1420ھ 18 جولائی 1999ء

امام احمد رضا نے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا

DAILY NAWA-I-WAQT KARACHI — روزنامہ نوائے وقت کراچی — THURSDAY MARCH 23, 2006

مسلسل اشاعت کے 66 سال

کراچی، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد اور ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

امام احمد رضا کی علمی خدمات پر ڈاکٹریٹ کی 18 اسناد تفویض کی جاچکی ہیں

26ویں انٹرنیشنل کانفرنس ہفتے کو کراچی میں ہوگی: مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی

حضرت کے علمی ادبی اور تحقیقی کارناموں کو اجاگر کیا جائے گا: وجاہت رسول قادری

FOUNDED BY QUAID-I-AZAM MOHAMMAD ALI JINNAH

DAWN

Vol. XLVI No. 225 Karachi, Safar 21, 1413 Friday, August 21, 1992 42 PAGES

Ghous pays tributes to Imam Raza Brelvi

By Our Staff Reporter

KARACHI, Aug 20: Justice (Retd) Syed Ghaus Ali Shah, Federal Minister for Defence, said here on Thursday that Imam Ahmad Raza Khan had propounded the two-nation theory, as a result of which Pakistan came into existence.

Speaking as the chief guest at the annual Imam Ahmad Raza conference on Thursday at a local hotel, he said that Imam Ahmad Raza preached a greater harmony among the Muslim of the South East Asia. He said his two-nation theory gave a lot of encouragement to the Quaid-i-Azam who fought for and won a separate homeland for the Muslims of the sub-continent.

Federal Minister for Religious Affairs Maulana Abdul Sattar Khan Niazi, who presided over the function held at a local hotel, in his speech paid rich tributes to the services of Imam Ahmad Raza. He said that the late Muslim scholar had devoted his life for the unity of the Muslim Ummah and for the setting up of Nizam-i-Mustafa.

He said it was high time that an atmosphere should be created in Pakistan which could help the introduction of the Nizam-i-Mustafa in the country.

The others who spoke on the life and work of Imam Ahmad Raza included Allama Nasrullah Khan Afghani, Allama Maulana Mohammad Abdul Hakim Sharf Qadri, Prof Dr Fazal Ahmad Shamsi, Allama Syed Shah Turabul Haq Qadri, Prof Dr Syed Azhar Ali, and Prof Dr Syed Mohammad Mehdi.

At the conclusion of the conference Allama Mufti Abdul Qayyum Hazarvi was awarded a gold medal by the Raza Foundation for his research work and Ms R.B. Mazhari was awarded silver medal for doing her M.Phil from Hyderabad University.

THE DAILY JANG KARACHI — روزنامہ جنگ کراچی — THURSDAY JANUARY 13, 2011 — جمعرات 8 صفر المظفر 1432ھ 13 جنوری 2011ء

انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس

Daily RIASAT Karachi — روزنامہ ریاست کراچی — چیف ایڈیٹر: الیاس شاکر — TEL OFFICE:2633381-7

سال 12 جمعرات 8 صفر المظفر 1432ھ 13 جنوری 2011 شمارہ 287

امام احمد رضا کانفرنس 22 جنوری کو ہوگی

FOUNDED BY QUAID-I-AZAM MOHAMMAD ALI JINNAH

DAWN

Vol. LX No. 70 Karachi, Safar 13, 1427 Tuesday, March 14, 2006 24 PAGES Rs 13.00

Ahmed Raza Barelvi conference on 26th

By Our Staff Reporter

KARACHI, March 13: Hazrat Imam Ahmed Raza Khan Barelvi was the great scholar and expert of Islamic jurisprudence who had the vision of pushing Muslims out of their inactive life and taking them along in the dynamism of Islam.

He envisioned the new role for Muslims in the changing situation, in the subcontinent, emerging after the World War-I.

These tributes were paid to the great scholar by leading figures of the country in their messages to the Idara Tehqiqat Imam Ahmed Raza International, Karachi, on the eve of March 26 International Conference being organized to highlight the vision and concept of the Imam.

Federal Minister for Religious Affairs Mohammad Ijazul Haq has stressed on the promotion of the Imam's teachings and Naat poetry not only to meet the Islamic society's requirement but also for the guidance of Ummah.

Minister for Social Welfare Zubeda Jalal said that the Imam's writings were still today a beacon light for us.

Minister for Local Government Justice (r) Abdul Razzak A. Thahim has said that Imam Ahmed Raza Barelvi was an institution in himself who was well-versed with more than 50 branches of knowledge. He has contributed countless books on various topics related to Islam, Fiqah, Jurisprudence, Science and Economics.

Delegates to the conference include scholars from Saudi Arabia, Egypt, Syria, Kuwait and many other countries. The conference will be presided over by Pirzada Qasim whereas the chief guest would be the governor.

مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۲ء

حُسنِ ترتیب

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

25-جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، جی پی او، صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: 32725150-321-92+، فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net، فیس بک: www.facebook.com/imamahmadraza

سخن ہائے گفتنی

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مہینہ آگیا خوشتر امام احمد رضا خاں کا
صفر ہے ہر طرح اظفر امام احمد رضا خاں کا
(مولانا ابراہیم خوشتر)

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے قیام ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۰ء کے بعد سے لے کر ہر سال صفر المظفر کے ماہِ مبارک میں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ بانی اراکین میں سے صرف حاجی عبد اللطیف قادری نوری صاحب بقیدِ حیات ہیں جو اس ادارے کی جانب سے کی جانے والی ۳۲ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے میزبانِ اعلیٰ ہیں۔ وقت اس قدر تیزی سے گزرا ہے کہ احقر کو بھی اس ادارے میں شامل ہوئے ۳۰ برس گزر گئے اور الحمد للہ اس ادارے کی تمام کانفرنسوں میں نہ صرف شرکت رہی، بلکہ ایک خادم کی حیثیت سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا۔

ادارے کے صدر نشین محترم المقام جناب وجاہت رسول قادری نوری صاحب ابن مولانا وزارت رسول قادری حامدی (المتوفّٰی ۴ صفر ۱۳۹۶ھ / ۵ جنوری ۱۹۷۶ء) ابن مولانا مفتی شیر بیشۂ اہلِ سنّت حضرت ہدایت رسول قادری رضوی (المتوفّٰی ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵) جنوری ۱۹۹۲ء سے ادارے کی صدارت فرما رہے ہیں اور اس منصب پر فائز ہوئے آپ کو الحمد للہ دو دہائی یعنی ۲۰ سال مکمل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ کے ساتھ تادیر حیات عطا فرمائے تاکہ جو پچھلی دو دہائی میں ادارے نے اپنے مقاصد میں کامیابیاں حاصل کی ہیں اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کے صدقے، طفیل اور فیضِ رضا کی برکت سے مزید اعلیٰ کامیابیاں عطا فرمائے۔ ادارے نے حضرت کی سرپرستی میں نہ صرف ملکِ پاکستان بلکہ بیرون ممالک بالخصوص بھارت، بنگلہ دیش سمیت مصر، شام اور عراق میں جامعات کے اندر امام احمد رضا پر Ph.D اور M.Phil کرانے کی طرف طالب علموں کو ایسا راغب کیا کہ اب تک پچھلے 20 سالوں میں 29 اسکالرز Ph.d کی سند حاصل کر چکے ہیں اور 12 سے زیادہ اپنی Ph.d کے مقالات تیار کر رہے ہیں جب کہ امام احمد رضا پر M.Phil مکمل کرنے والوں کی تعداد 16 ہے اور دس M.Phil کے مقالات زیرِ تکمیل ہیں۔ ملاحظہ کیجیے مندرجہ ذیل چارٹ جو قبلہ وجاہت رسول صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

جامعات کی اعلیٰ سطحوں پر رضویات پر مقالات ایک نظر میں

نمبر	سطح	تکمیل شدہ	زیرِ تکمیل	میزان
۱	امام احمد رضا پر پوسٹ ڈاکٹریٹ / ڈی لِٹ	۰	۱	۱
۲	امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی مقالات	۲۹	۱۲	۴۱
۳	امام احمد رضا پر ایم ایس / ایم فِل مقالات	۱۶	۱۰	۲۶
۴	متعلقاتِ رضا / علمائے بریلی واہلسنت پر پوسٹ ڈاکٹریٹ	۰	۱	۱
۵	متعلقاتِ رضا / علمائے بریلی واہلسنت پر پی ایچ ڈی مقالات	۱۱	۸	۱۹
۶	متعلقاتِ رضا / علمائے بریلی واہلسنت پر ایم فل مقالات	۱	۰	۱
	میزان	۵۷	۳۲	۸۹

صدر نشین قبلہ وجاہت رسول قادری صاحب نے اس سلسلے میں متعدد بار انڈیا، بنگلہ دیش، مصر اور دیگر ممالک کا مطالعاتی دورہ بھی کیا جس کے دور رس نتائج سامنے آئے اور تعلیماتِ رضا کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ حضرت قبلہ وجاہت رسول صاحب اس سال کافی علیل رہے اب الحمد للہ قدرے بہتر ہیں۔

ادارہ آج کل مالی مسائل کا شکار ہے، مگر اللہ کا احسان ہے کہ اپنی تمام روایات کے ساتھ ادارے کی کارکردگی جاری اور ساری ہے۔ اس سال ہم کوئی نئی کتاب کی اشاعت کا بندوبست نہ کر سکے مگر محترم پروفیسر دلاور خاں اور محترم جناب عبید الرحمٰن کی کاوشوں اور انتھک محنت کے باعث جنوری تا دسمبر 2011ء ہر ماہ کا شمارہ معارف رضا برابر شائع ہوتا رہا اور بہت زیادہ تحقیقی مقالات کے ساتھ سال بھر مزین رہا۔ ساتھ ہی ساتھ معارف رضا سالنامہ 2012ء بھی اشاعت کے مراحل میں ہے اور انشااللہ کانفرنس کے موقع پر مجلہ امام احمد رضا کے ساتھ قارئین کو پہنچ جائے گا۔

اس سال معارف رضا کے شماروں میں شائع ہونے والے چند اہم مقالات مندرجہ ذیل ہیں جن کو مختلف شماروں میں پڑھا جا سکتا ہے۔(۱) خانقاہ قادریہ رضویہ بریلی شریف، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، شمارہ جنوری 2011ء۔

(۲)رضویات میں علامہ شمس بریلوی کے انقلاب آفرین کارنامے، مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری، جنوری 2011ء۔ (۳) مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ماہنامہ اعلیٰ حضرت، علامہ وجاہت رسول قادری، فروری 2011ء۔ (۴) امام احمد رضا کا محدثانہ مقام، پروفیسر کنور سلطان احمد، فروری 2011ء۔ (۵)تعلیماتِ رضا کے فروغ میں علمائے بنگلہ دیش کی خدمات۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، مارچ 2011ء۔ (۶) اصولِ حدیث اور اصولِ دعوت و تبلیغ۔ علامہ مشتاق احمد مصباحی، مارچ 2011ء۔ (۷) ذٰلک الکتاب اور تحقیقاتِ رضا۔ پروفیسر دلاور خاں، اپریل 2011ء۔ (۸) فروغِ تعلیماتِ رضا اور علما واہلِ قلم۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، مئی 2011ء۔ (۹) پیشہ ورانہ مشاورت اور امام احمد رضا، پروفیسر دلاور خاں، مئی 2011ء۔(۱۰) ذلک الکتاب کی ایک اور جہت۔ میاں فضل احمد حبیبی، مئی 2011ء۔ (۱۱) تذکرۂ مشائخ چشت بزبانِ مجددِ اعظم۔ محمد عارف رضا نیر الاشفاقی، جون 2011ء۔ (۱۲) تضمین بر نعت رضا "لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے"، حضرت وجاہت رسول قادری، جون 2011ء۔ (۱۳) سنی صحافت کے عصری تقاضے۔ پروفیسر دلاور خاں، جولائی 2011ء۔ (۱۴) مسئلۂ امتناعِ کذب اور امام احمد رضا کا حاشیہ المسایرۃ۔ علامہ منور عتیق رضوی، جولائی 2011ء۔ (۱۵) سنی سرمایہ کاری کے امکانات اور اثرات۔ پروفیسر دلاور خاں، اگست 2011ء۔ (۱۶) کاروان عشق کا سالار امام احمد رضا۔ پروفیسر عبد الرحمٰن بخاری، اگست 2011ء۔ (۱۷) امکانِ نظیر سے قادیانیت تک، پروفیسر دلاور خاں، ستمبر 2011ء۔ (۱۸) تحقیقی مقالہ نویسی کا فن اور امام احمد رضا، پروفیسر دلاور خاں، ستمبر 2011ء۔ (۱۹) عقدِ عاریت اور تحقیقاتِ رضا، محترمہ صبا نور (فیصل آباد)، ستمبر 2011ء۔ (۲۰) ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ایک محقق، محترم وجاہت رسول قادری، اکتوبر 2011ء۔ (۲۱) کفالت سے متعلق تحقیقاتِ رضا، محترمہ صبا نور، اکتوبر 2011ء۔ (۲۲)اقسامِ مٹی، مسئلۂ تیمم اور تحقیق رضا۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، اکتوبر 2011ء۔ (۲۳) تحفظ ناموس رسالت۔ پروفیسر دلاور خاں، نومبر 2011ء۔ (۲۴) جشن میلاد کی شرعی حیثیت۔ پروفیسر عبد الرحمٰن بخاری، نومبر 2011ء۔ (۲۵) رہن اور تحقیقِ رضا۔ محترمہ صبانور، نومبر 2011ء۔ (۲۶) ماہرِ رضویات فی الہند۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، نومبر 2011ء۔ (۲۷) دفاعِ پاکستان اور افکارِ رضا۔ پروفیسر دلاور خاں، دسمبر 2011ء۔ (۲۸)رہن میں اجارہ بیع کے معاملات۔ محترمہ صبانور، دسمبر 2011ء۔ (۲۹)امام احمد رضا اور تشدد کا ایک جائزہ، مولانا اسلم رضا قادری، دسمبر 2011ء۔ (۳۰) امام احمد رضا اور عالمی جامعات میں تحقیقی مقالات، محترم وجاہت رسول قادری، دسمبر 2011ء۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تمام اراکین اپنے نوجوان ساتھی پروفیسر دلاور خاں اور عبید الرحمٰن صاحب کی اس سال کی معارفِ رضا کے 12 شماروں کی اشاعت اور اس میں شامل پر مغز مقالات کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ مستقبل میں ان حضرات کی کاوشوں سے ادارے کو مزید تقویت حاصل ہوگی۔

اس سال بھی کانفرنس کا انعقاد جامعہ کراچی کے انسٹیٹوٹ شیخ زید اسلامک سینٹر کے آڈیٹوریم میں کیا گیا ہے جس کی صدارت ممتاز ماہر تعلیم شعبۂ Mathematics کے سابق چیئرمین اور موجودہ حیثیت میں پرو وائس چانسلر جامعہ کراچی محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین خاں صاحب کر رہے ہیں جبکہ مہمانِ خصوصی عدلیہ کے ایک سابق جسٹس جناب نذیر احمد غازی صاحب ہوں گے جو مہمان کی حیثیت سے لاہور سے تشریف لائیں گے۔ اس سال ہم نے خواتین میں تعلیماتِ رضا کو بیدار کرنے کے لیے دو اسکالرز کو مدعو کیا ہے ایک شاہ عبد اللطیف یونیورسٹی خیرپور میں شعبۂ اردو کے استاد ہیں اور جامعہ کراچی کی ریسرچ اسکالر ہیں اور معروف ماہرِ تعلیم پروفیسر مولا بخش سکندری کی صاحبزادی ہیں میری مراد ہے محترمہ شذرہ سکندری سے۔ دوسری خاتون اسکالر ہیں محترمہ صبانور، جو یونیورسٹی آف فیصل آباد میں ریسرچ اسکالر ہیں۔ محترمہ صبانور صاحبہ ڈاکٹر آغا سیلم اختر کی سربراہی میں یونیورسٹی آف فیصل آباد سے "امام احمد رضا کے معاشی نظریات" کے عنوان پر ایم فل کا مقالہ تحریر کیا ہے جبکہ شذرہ جامعہ کراچی کی استاد محترمہ پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس کی زیرِ نگرانی "انیسویں صدی عیسوی کے علما کی اردو خدمات" کے عنوات پر Ph.d کا مقالہ تیار کر رہی ہیں ان کے علاوہ جامعہ کراچی کے شعبۂ تاریخِ اسلام کے دو اساتذۂ کرام محترم ڈاکٹر محمد شکیل صدیقی اور ڈاکٹر محمد زبیر احمد صاحب بھی اس کانفرنس کے موقع پر مقالات پیش کریں گے جبکہ دنیائے صحافت کا ایک مستند نام محترم المقام جناب الطاف مجاہد صاحب بھی اپنا مقالہ پیش فرمائیں گے۔

قارئینِ کرام! ہر سال کی طرح اس سال بھی ادارے کی جانب سے منعقدہ ۳۲ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر ہمارے کرم فرماؤں نے حسبِ معمول کرم فرمایا بالخصوص، محترم جناب الحاج شیخ نثار، الحاج محمد رفیق پردیسی برکاتی، الحاج رزاق تابانی، سہروردی برادران، جناب اختر عبد اللہ صاحب، جناب سید مومن علی صاحب، جناب زبیر حبیب صاحب اور جناب امجد سعید صاحب و دیگر صاحبان؛ ادارہ ان سب کے تعاون کا انتہائی ممنون ہے اور ان سب کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب اور ہمارے ادارے کے ساتھ تعاون کرنے والے ہر فرد کے اوپر اپنا خاص کرم فرمائے اور سب کے رزق و روزی میں برکتیں اور وسعتیں عطا فرمائیں ادارہ اپنے تمام ملازمین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے جنھوں نے کانفرنس کے موقع پر ادارے کے تمام کاموں کو وقت پر مکمل کرنے کی سعی کی اور جس میں وہ بھرپور کامیاب رہے جس کے باعث معارف رضا سالنامہ، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کی اشاعت بروقت ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور ادارہ اس طرح تا قیامت امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کرتا رہے، اعلیٰ حضرت کا بول بالا رہے نبی کریم ﷺ کی محبت دلوں میں راسخ رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذوق وشوق جاری رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

پیغام

محترمی ومکرمی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ جان کر نہایت خوشی ہوئی ہے کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، حسب روایت اس سال بھی ملت اسلامیہ کی معروف مذہبی شخصیت امام احمد رضا خان بریلویؒ کی یاد میں ایک قومی کانفرنس کا انعقاد کر رہا ہے۔ میں اس اہم موقع پر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی انتظامیہ کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اس پر ادارہ ہذا مبارکباد اور تحسین کا بھی مستحق ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کی شخصیت عشق رسول ﷺ اور احترام وادبِ نبوت کی علامت تصور ہوتی ہے۔ آپؒ نے اسلامی علوم وفنون، علم و آگہی، شریعت وطریقت کی ترویج و اشاعت اور عشق رسول ﷺ کو عام کرنے میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپؒ نے نعت رسول مقبول ﷺ کو عام کرنے میں نمایاں کام کیا۔ اس کے علاوہ آپؒ کا کیا ہوا قرآن پاک کا ترجمہ ''کنز الایمان'' مشہور ومعروف ہے جس سے مسلمانوں کی کافی تعداد مستفید ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ نے عقیدہ توحید اور فروغِ عشق رسول ﷺ میں ایسی شاندار روایت کی داغ بیل ڈالی ہے جو رہتی دنیا تک عاشقان رسول ﷺ کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی رہے گی۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی ایسی ہی شمع فروزاں کرے جس کے لئے فاضل بریلویؒ، عاشق رسول ﷺ نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آمین

(سیّد خورشید احمد شاہ)

جناب سیّد وجاہت رسول قادری صاحب
صدر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل
مکان نمبر D 44/4، سٹریٹ نمبر 38، F-6/1
اسلام آباد

University of the Punjab

جناب سیّد وجاہت رسول صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

یہ جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کا ادارہ حسبِ معمول اس سال بھی امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرنے اوران کے علمی کارناموں کے حوالے سے 14-جنوری 2012ء کو 32ویں سالانہ کانفرنس منعقد کررہا ہے، میں آپ کا شکرگزار بھی ہوں کہ اس موقع پر آپ نے اس پیغام کے ذریعہ مجھے بھی شرکت کی دعوت دی ہے۔

اپنے بزرگوں کی یاد منانا، ان کی خدمات اور علمی کارناموں کی قدر کرنا بعد میں آنے والوں کا فریضہ اور شکرگزاری کا تقاضا ہے اور یہ زندہ قوموں کی علامت اور ذمہ داری بھی ہے جسے آپ کا ادارہ پورا کررہا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بلاشبہ عربی اور اسلامی علوم کے امام تھے، وہ فقہ اسلامی کے ماہر تھے جس پر ان کے ''فتاویٰ رضویہ'' گواہ ہیں۔ وہ عربی، فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر تھے، ایک عاشق رسول نعت گو کی حیثیت سے انہیں ایک امتیازی مقام حاصل ہے، ان کی مشہور نعتیہ سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ایک زندہ جاوید ادبی کارنامہ ہے۔

اس موقع کی مناسبت سے آپ کے ادارہ کو ہدیہ تبریک بھی پیش کرتا ہوں۔

(ڈاکٹر مجاہد کامران)

وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

University of the punjab

Quaid-i-Azam Campus Lahore-54590 (Pakistan) Phone: +92-42-99231098, Fax: +92-42-99231101

UNIVERSITY OF HEALTH SCIENCES LAHORE
University Road, Lahore - 54600, Pakistan
Ph: 042-111-33-33-66 Fax: 042-99230870

Vice Chancellor

بتاریخ:28 دسمبر 2011ء

محترم جناب سید وجاہت رسول قادری (صدر)
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا
فیکس:201-32732369

السلام علیکم!

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد ﷺ
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

مشائخ زمانہ کی نظروں میں حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ واقعی فنافی الرسول تھے۔ بریلی (یوپی) کے محلے جسولی کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہونے والے احمد رضا عالمِ شباب میں ہی فنونِ عربیہ اور علومِ دینیہ کے ماہر کے طور پر مشہور ہوئے۔ علمِ تفسیر، علم حدیث اور علمِ فقہ میں ایسے القابات ان کے نام کے ساتھ آنے لگے کہ ہر انجانے کو محسوس ہوتا کہ یہ کوئی عمر کے لحاظ سے بڑی شخصیت کے حامل فرد ہیں۔ برصغیر کے علما ان سے استفادہ کرتے۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی ویسے ویسے علوم کی تعداد بڑھ کر 100 تک جا پہنچی، جس کی تصدیق جلیل القدر علمی شخصیات نے کی۔

اس کی شہادت ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' اور فتاویٰ رضویہ کے ہزاروں صفحات ہیں۔ آپ نے قرآن وسنّت کی ترویج واشاعت اور دینی اقدار کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا۔ اکثر وقت فتویٰ نویسی میں گزارا جو کہ اس وقت کی ضرورت تھی۔ آپ کے پاس نہ صرف ہندوستان بلکہ افریقہ تک سے دینی مسائل کے حوالے سے تحریری سوالات آتے۔ 1869ء سے 1880ء تک آپ کے مسوّدات کو بہ یک وقت 4 افراد تحریر کرتے تھے۔ آپ نے معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور دورِ جدید کی گمراہیوں کے خلاف فقیہانہ شان کے ساتھ جہاد کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرحوم مفتی سیّد شجاعت علی قادری (سابق جج وفاقی شرعی عدالت) نے ایک موقع پر کہا کہ جب میں مولانا احمد رضا خان کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہوں تو انہیں اسلاف کے مسلک سے منحرف نہیں پاتا، بلکہ منحرفین کے تعاقب میں مصروف پاتا ہوں۔ آپ فریضہ حج کے لیے حرمین جاتے تو وہاں بھی علما جوق در جوق آپ سے استفادہ کرنے آتے۔ قرآن وحدیث کی ترویج اور دینی علوم کے فروغ میں آپ نے جو کردار ادا کیا بعد ازاں آپ کے تلامذہ اور خلفا نے اسے آگے بڑھایا۔ آپ کی تحریریں عشقِ مصطفی ﷺ کا درس دیتی ہیں۔ آپ کے نام سے منسوب متعدد تعلیمی ادارے اور مذہبی انجمنیں دنیا بھر میں قائم ہیں۔ آپ کی ہمہ گیر علمی اور دینی خدمات کا اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ برصغیر کی وہ علمی شخصیت ہیں، جن پر متعدد اسکالرز پی ایچ ڈی کر چکے ہیں اور کئی طلبا پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے علاوہ دنیا کی مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، مذہبی وسیاسی خدمات پر مزید تحقیقی کام جاری ہے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

خیر اندیش

پروفیسر ملک حسین مبشر
وائس چانسلر/چیف ایگزیکٹیو
یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز لاہور

Northern University
(A Project of EDR Trust)
Wattar Wallai – Ziarat Kaka Sahib Road,
Nowshera.
Khyber Punkhtunkhwa.
Ph: No.0923-210641-42, 0923-613485-7.

No. NU/Library/101/2011-11/ 693 Dated: 21/12/2011.

To
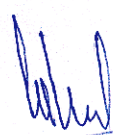
Syed Wajahat Rasool Qadri,
Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmad Raza,
25-Japan Mansion, Raza Chowk (Regal),
Saddar (74400), Karachi.

Subject:- **32RD ANNUAL CONFERENCE MESSAGE FOR IMAM AHMED RAZA CONFERENCE YEAR 2012.**

Reference: Your letter No.NIL dated 13th December, 2011.

Dear Sir,

1. It is indeed a matter of encouragement to see the efforts of your organization in passing on the message of Imam Ahmed Raza who was a great religious scholar, philosopher, thinkers and statesman of his time. The core idea of translating the message of Imam Ahmed Raza in our lives is to transform the mind set and the way of life as conceived by this great religious scholar.

2. Today Islamic World is confronted with magnitude of diversified issues concerning internal and external boundaries for which we need to focus our directions towards the message of Imam Ahmed Raza. The Legacy of Imam Ahmed Raza way of life and profound educational philosophy should be incorporated in our education & human development.

3. The life of Imam Ahmed Raza is a beacon for the Muslims of over the world and I am sure with your efforts to translate this educational perspective of Imam Ahmed Raza will bear the results and surely you will see the positive change in the society.

Col. (R) Muhammad Ashraf,
Registrar.

۴۸۶
۹۲

Phones : 9212931 - 10

Naukhaiz Anwar Siddiqui
M.A (Joun.) M.A (Urdu) M.A (Mass. Com.)
LL.B. B.Com., PGD (MPA)

No. 14112
GOVERNMENT OF SINDH
SERVICES, GENERAL ADMINISTRATION
AND COORDINATION DEPARTMENT
New Sindh Secretariat Building - I
Shahrah - e - Kamal Attaturk
Karachi - 74200

Karachi, dated the ۵ جنوری ۲۰۱۲ / ۱۰ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

اظہارِ حقیقت

الحمدللہ! ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تحت ماورِ علمی جامعہ کراچی میں 32 ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد انتہائی خوش آئند اور مبارک و مسعود ہے۔ ممتاز ماہرِ تعلیم، پیرِ طریقت، پاسبانِ شریعت مسعودِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور سید ریاست علی قادری مرحوم و مغفور کی مساعی جمیلہ سے 8 اردسمبر 1982ء کو امام احمد رضا کانفرنس کا جو چراغ فروزاں کیا گیا تھا ان شاء اللہ تاقیامت اپنی جلوہ تابانی سے عالمِ رنگ و بو میں حقانیت کی تجلیات کا پرتو اور منبع رہے گا۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے دو قومی نظریے کے خالق کی حیثیت سے جو روح مسلمانانِ برصغیر میں پھونکی وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی صورت منصۂ شہود پر نمودار ہوئی اور آج یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ موصوف و ممدوح نے اپنے بعض معاصرین کی مصلحت کوشی کے برعکس مسلمانوں کو ہنود کے گمراہ کن طرزِ معاشرت سے ممتاز و متمیز کرنے کے لئے خلوصِ نیت سے جو جدوجہد کی اس کی بدولت منافقت پر حقانیت غالب آگئی۔ آج اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی تفسیر و ترجمۂ قرآن، نعتیہ کلام اور دیگر دینی و ملی خدمات کامل مسلمانوں کیلئے کنز الایمان اور حدائقِ بخشش سمیت انکی جملہ علمی تحقیقات سرمایۂ حیات ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ آج بعض عناصر اعلیٰ حضرت ایسی نابغۂ روزگار شخصیات کو تاریخ سے معدوم کرنے کے درپے ہیں تاہم

نقوشِ عظمتِ ماضی ہزار دھندلے ہوں
انہیں اُجال ہی دیں گے اُجالا لئے والے

ناچیز کے نزدیک فرض ناشناسی ہوگی اگر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروفیسر دلاور خان نوری اور برادرم افضل حسین نقشبندی مسعودی کی خدماتِ احسن پر انہیں خراجِ تحسین نہ پیش کیا جائے کہ ان محترم شخصیات نے مجھ ایسے گم کردہ راہ کو نصابِ اعلیٰ حضرت کی تعلیم دی ہے۔

نوخیز انور صدیقی
۵/۱/۲۰۱۲

NAUKHAIZ ANWAR SIDDIQUI
M.A (Joun.) M.A (Urdu) M.A (Mass. Com.)
L.L.B., B. Com PGD (MPA)
DEPUTY SECRETARY
(IMPLEMENTATION & COORDINATION)
SGA & C.D
DIRECTOR (P.R) TO CHIEF SECRETARY
GOVERNMENT OF SINDH

نعمتِ خیال! خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی
(اعلیٰحضرت)

Ph. Off : 99260202
Fax : 99260201

Board of Intermediate Education Karachi
KARACHI - 74700

Anwar Ahmed Zai
Chairman

Date: 19-12-2011 BIE/CHAIRMAN/PS-15/121/2012

محترم سید وجاہت رسول قادری
صدر
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

السلام علیکم!

آپ کا ارسال کیا گیا گرامی نامہ موصول ہوا، یہ جان کر ازحد خوشی ہوئی کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے فکر و مشن کے ابلاغ کی غرض سے ان کے افکار عوام اور خواص تک پہنچانے اور اعلیٰ حضرت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے 2012ء میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس موقع کو یادگار بنانے کے لئے اردو، عربی اور انگریزی زبانوں کی تحریروں پر مشتمل ایک خوبصورت مجلّہ ''معارف رضا'' کے نام سے شائع کر رہا ہے۔ امام احمد رضاؒ کی ہمہ گیر شخصیت ہے جو بیک وقت عالم دین، مصنف، صوفی، مفسر قرآن و حدیث، فقیہ اور بے مثال اور عاشق صادق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کا کلام عشق رسالتؐ کا آئینہ دار ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مذہبی موضوعات کے ساتھ ساتھ سائنس، منطق، فلسفہ اور بینکنگ جیسے عنوانات پر بھی معرکۃ الآراء تصانیف ہماری رہنمائی کے لئے چھوڑی ہیں۔ دینی و علمی میدان میں بیش بہا خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے عشق رسالت کی تحریک کو بھی دینی و ملی جذبے کے ساتھ رائج کیا اور آپ کے لاکھوں معتقدین نے آپ کی رہنمائی میں دن رات اس مشن پر کام کیا۔ آج پوری اسلامی دنیا میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علم و فن کا اعتراف کیا جا رہا ہے اور مختلف جامعات میں اسکالرز اعلیٰ حضرت کی ہمہ جہت شخصیت اور زندگی کے مختلف زاویوں پر تحقیق کر کے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی امام احمد رضا بریلویؒ کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے جو خدمات ہیں ان کا اندازہ تو ادارہ کی تحریک پر پی ایچ ڈی، ایم فل اور ایم ایڈ کرنے والے افراد کی ایک لمبی فہرست دیکھ کر ہی بخوبی ہو جاتا ہے۔ تاہم اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی اشاعت اور دنیا بھر میں ترسیل کے ساتھ ساتھ ادارے کا ایک بڑا کام دور جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ویب سائٹ پر یہ تمام کتابیں بغیر کسی قیمت کے پیش کرنا مستزاد کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ادارہ تحقیقات احمد رضا انٹرنیشنل اپنے مقاصد میں مزید کامیابی حاصل کرے اور یونہی امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے فکر و مشن کے ابلاغ کے لئے کام کرتا رہے۔ آمین

(پروفیسر) انوار احمد زئی
چیئرمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SALEEM ULLAH JUNDRAN
B.A (Punjab University Position)
M.A English Language & literature (PU)
M.Ed (Roll of Honour) PU
M.A Teaching of English as a Foreign Language (AIOU)

Ph. D. EDUCATION
Institute of Education &Research
University of the Punjab, Lahore.
(National Best Teacher Award);
(National Award for the Promotion of Children Literature)

Ref. No: II-(IARIRI) (KI)- M

Dated: 10th Safar ul Muzzaffar, 1433 A.H.
5th January, 2012 A.D.

The Message for Imam Ahmad Raza International Conference 1433 A.H/2012 A.D (Karachi University, Karachi)

Once, a person asked Imam Ahmad Raza Khan about the scope of book-reading for knowledge -seeking. Imam Ahmad Raza Khan replied that book- reading was not the only sufficient source. Because, knowledge is acquired through interaction with other people, too (Mufti Muhammad Jalal-ud-Din Qadri, 1983). According to Imam Ahmad Raza Khan, sermons, addresses, preaching and advice also serve as knowledge- sources. Thus, in the light of Imam Sahib's Islamic educational thought, it can be said that planned and purposeful conferences prove to be a great source of knowledge-sharing and spreading. Imam Ahmad Raza International Research Institute Karachi (IARIRI) (KI) deserves special appreciation for disseminating knowledge- light at University level through the forum international conference, every year.

Imam Ahmad Raza Khan (Rehmat Ullah Alaih)'s personality was a famous authority and vast resource of Islamic knowledge. His scholarly work in the area of Religion, Education, Literature, History, Economics, Physics, Chemistry, Mathematics, Philosophy, Sociology, Law, Management Studies and Oriental Languages is a precious asset for the readers, writers, researchers, policy - makers and nation - builders. It is expected Insha' Allah Ta'la this conference will play a radical role for exploring and promoting Imam Ahmad Raza's classical and masterpiece educational works.

I pray that Allah Almighty may enable the Idara (IARIRI, KI) to convey this message of knowledge and truth to 193 countries of the world through electronic and print media. It can be envisioned here that IARIRI (KI)'s proposals:

1. the establishment of Imam Ahmad Raza International University,
2. translation of Imam Ahmad Raza Khan's oriental works into modern languages and latest terminology,
3. introduction of Rizviyyat Studies Discipline as an elective or optional subject at Higher Education level,
4. development of Rizviyyat Studies text- books for the said levels of curriculum,
5. updation of the Directory of Rizviyyat writers and supervisors,
6. production of commentaries and reviews upon Imam Ahmad Raza's works, and
7. publication of Rizviyyat - Studies ready research-work

will flourish further from this fourm.

With best wishes,

(Saleem Ullah Jundran)

Senior Headmaster Govt. High School Dhunni Klan (Mandi Baha -ul-Din) Punjab, Pakistan Email: sujundran66@yahoo.com

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

DAILY
AMN KA RAJ
KARACHI

۱۱/۲/۱۴۳۳

پیغام

32ویں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد تاریک راہوں میں روشنی کا سبب ہوگا اعلحضرت امام احمد رضا نے اپنی حیات میں انگریزوں کی شر انگیزیوں سے مسلم امہ کو بخوبی آگاہ کیا جبکہ دارالعلوم دیوبند کا رویہ اسکے برعکس تھا وہ تو برطانوی سرکار سے چندہ بھی لیتے تھے تو کیوں نہ انکے گیت گاتے 1904 میں آپ نے عالم اسلام کا عظیم ادارہ دارالعلوم منظر الاسلام بریلی میں قائم کیا۔

1921 میں آپ کا وصال ہوا جبکہ آپ کے مخالف دارالعلوم دیوبند کے تھانوی کچھ برس زندہ رہے مگر

خوف نہ رکھ رضا ذرہ تو تو ہے عبد مصطفے

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اس موقع پر شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کی یاد سے دل بے چین ہے سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ اور دیگر ادارے کے معاونین جو کہ دار فانی سے رخصت ہوئے۔

آسمان انکی لحد پر شبنم افشانی کرے

میں حضرت سید وجاہت رسول قادری پروفیسر مجید اللہ قادری عزیزم پروفیسر دلاور خاں نوری حاجی عبداللطیف قادری عبیدالرحمٰن نوری ودیگر کی صحت یابی کیلئے دعا گو ہوں کہ ہمیشہ آب و تاب کے ساتھ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوتا رہے

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار

اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

والسلام

حاجی ناصر علی جہانگیر مسعودی
(دستخط) 6/1/2012

چیف ایڈیٹر روزنامہ امن کا راج

ہفت روزہ ضرب اسلام

چیئرمین کاروان نور حرم انٹرنیشنل کراچی

DAILY AAJ KA AKHBAR
EDITOR / PABLISHER

Suit # 17,
Lucky Palace Building,
Dr. Zia-ul-din Ahmed Road, Near
S.M. Law College-Karachi.

Tell: 0092 21 32212009
0092 21 32219370
Fax: 0092 21 32219370
Email: amnkaraj@yahoo.com

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
welltec® International
A Largest Range of welltec Genuine Parts
Quality is an
integral Part of Welltec!

امام احمد رضا اور علمِ معاشیات

صبا نور (ریسرچ اسکالر، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد)

محترم جناب صدرِ ذی وقار اور دیگر مہمانانِ گرامی السلام علیکم مجھے اراکین ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے مولانا احمد رضا کی علم معاشیات سے متعلق تحقیقات پر مقالہ پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ایسی جامع صفات شخصیت ہیں کہ آپ کی تحقیقات کو جس علم و فن کے حوالے سے دیکھا جائے آپ اسی علم کے ماہر نظر آتے ہیں۔ آپ نے امّتِ مسلمہ کی مشکلات کا قرآن وسنت کی تعلیمات اور ائمۂ مجتہدین وعلماے سابقین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حل پیش کیا۔ اسلام نے دوسرے دیگر شعبوں کی طرح معاشیات سے متعلق بھی راہنمائی فراہم کی ہے لہٰذا مولانا احمد رضا بریلوی نے بھی اپنے دور میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں معاشی معاملات کی تحقیق وتشریح فرمائی۔ یہ تحقیقات امت مسلمہ کو دعوت عمل دیتی ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر آج بھی مسلمانوں کی معاشی بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اشیا و خدمات کا حصول، تبادلہ اور استعمال وہ امور ہیں جو علم معاشیات کا موضوع ہیں۔ مولانا احمد رضا نے اپنی مشہور تصنیف ''کفل الفقیہ'' میں وسائل کی چار اقسام بیان کیں ہیں اور کسی بھی شے کے تبادلے سے متعلق شرعی حکم جاننے کے لئے ان اقسام کو بنیاد قرار دیا ہے۔ مولانا احمد رضا نے اپنی تحقیق میں مال یا اثاثوں کی عین اور دین میں تقسیم کی بھی وضاحت کی ہے۔ ملکیت کی منتقلی یعنی تملیک کی اقسام کی تفصیل آپ نے اپنے رسالے ''فتح الملیک'' میں پیش کی ہے۔

اثاثوں و تملیک کی یہ اقسام انفرادی معاشی سرگرمیوں سے متعلق شرعی احکام کی بنیاد ہیں۔ اشیا وخدمات کی خرید وفروخت، کسی دوسرے شخص کی شے کے استعمال اور دیگر لین دین کے معاملات تملیک کی انہی اقسام سے منسلک ہیں۔ تحائف اور کسی اور کی اشیا کا مفت استعمال بلاعوض ہوتا ہے اس موضوع پر مولانا احمد رضا نے نادر تحقیقات پیش کی ہیں اور ایسے مشتبہ امور کی وضاحت کی جن کا تذکرہ دوسروں کی تالیفات میں نظر نہیں آتا۔ اسی طرح آپ نے امانت رکھی گئی اشیا کے معاملات کو شرعی قوانین کے مطابق قائم کرنے کی ترغیب دی۔

مولانا احمد رضا نے قرضوں یا دین کی توثیق کے لیے دو ذرائع کا تعین کیا، ایک گارنٹی اور دوسرا رہن۔ آپ نے ان دونوں ذرائع کے کاروباری معاملات میں استعمال پر زور دیا اور ایسے تمام تصرفات کو واضح کیا جو ازروئے شرع ناجائز ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے شرعاً ان کے جواز کی صورت بھی بیان کی۔ عہد حاضر میں آپ کی ان تحقیقات سے خرید و فروخت اور سروسز کے معاملات میں ادائیگیوں اور کریڈٹ کے بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

سروسز یا خدمات کی فروخت سے متعلق مولانا احمد رضا کی تحقیقات خصوصیت کی حامل ہیں۔ آپ نے ملازمت سے متعلق جدید مسائل مثلاً کام کی ٹائمنگ، ادارتی ماحول، پرفارمنس اور تنخواہ میں تعلق پر منفرد انداز میں تحقیق کی ہے۔ اشیا و اثاثوں کو کرائے پر دینے کے مسائل کی وضاحت میں آپ نے کنٹریکٹ اور سب کنٹریکٹ پر رسالہ ''اجودُ القِری'' تحریر کیا ہے، جس میں سب کنٹریکٹنگ سے متعلق خرابیوں کی نشاندہی کی ہے اور درستگی کی صورتیں بھی بیان کی ہیں۔ اسی طرح رقوم کی دور دراز مقامات پر پوسٹ آفس اور بینکوں کے ذریعے منتقلی کا جواز آپ نے اپنے رسالے ''المنی والدرر'' میں ثابت کیا ہے۔

خرید وفروخت کے معاملات میں مولانا احمد رضا نے اپنے دور میں پیش آنے والے مسائل کو تحقیق کا موضوع بنایا۔ خرید و فروخت کے بعض معاملات میں جو باتیں خلافِ شرع ہیں جو ان کو باطل وفاسد کرنے کا باعث بنی ہیں ان امور کی آپ نے تشریح کی۔ سلم کی ۱۴ شرائط کے علاوہ ایسے متبادل طریقے بھی بیان کیے جن کو سلم کی جگہ باآسانی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مرابحہ سے متعلق تحقیق میں آپ نے جن فقہی اصولوں کی نشاندہی کی ہے، موجودہ اسلامی بینکوں میں فائینینسنگ کے لئے مرابحہ کے استعمال کو اس تحقیق کی روشنی میں بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

سود معاملات معاشرتی برائیوں اور معاشی استحصال کی بڑی وجہ ہیں۔ مولانا امام احمد رضا نے سود سے بچنے کے کثیر طریقے اپنی تصنیفات میں بیان کیے ہیں جن پر عمل کر کے سودی کاروبار و قرضوں سے نہ صرف نجات حاصل کی جاسکتی ہے بلکہ مسلمان جائز اور حلال طریقوں سے قرضے اور منافع حاصل کر سکتے ہیں۔ مولانا احمد رضا نے اسی ضمن میں ''کفل الفقیہ'' کے علاوہ ایک اور رسالہ ''اعلام الاعلام'' بھی تصنیف فرمایا۔ اس رسالے میں بھی سودی نظام کی مذمت کی اور ایک قابل عمل اور جائز متبادل نظام کی طرف راہنمائی فرمائی۔

کثیر الجہت و وسیع کاروبار عموماً انفرادی کے بجائے مشترکہ سرمائے اور کوششوں سے کامیاب ہوتے ہیں۔ پارٹنر شپ اور کمپنی موجودہ دور میں مشترکہ کاروبار کے دو معروف طریقے ہیں۔ نبی ﷺ نے پارٹنر شپ اور مضاربت کے اصولوں پر سرمایہ کاری کی اور اس طریقہ کاروبار کو مسلمان عوام کی بہتری وبھلائی کے لیے قائم رکھنے کی ترغیب بھی دی۔ پارٹنر شپ جس میں دو فریق مشترکہ سرمائے سے شریک ہوتے ہیں اور نفع ونقصان میں حصہ دار

ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا نے پارٹنر شپ کے اصولوں کی وضاحت کی۔ آپ کی شئیرز کے کاروبار پر بھی تحقیق موجود ہے۔ اسی طرح مضاربت میں انویسٹر اور مضاربہ کے نفع اور اس کے اخراجات کے بارے میں منفرد اور جامع تحقیق پیش کی ہے۔

مولانا احمد رضا نے اپنی تصنیف "کفل الفقیہ" میں کرنسی نوٹ کی ادھار فروخت سے متعلق جو تحقیق بیان کی ہے وہ اسلامی بینکنگ کی منفرد بنیادیں پیش کرتی ہے۔ آپ نے یہ رسالہ ۱۹۰۶ء میں مکہ مکرمہ کے علما کے اصرار پر تحریر فرمایا تھا۔ اسلامک بینکنگ پر اولین تحقیق پیش کرنے کا کریڈٹ ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی کو دیا جاتا ہے حالانکہ مولانا احمد رضا نے ان سے بہت پہلے اسلامک بینکنگ کا عملی تصور ۱۹۱۲ء میں اپنے رسالہ "تدبیر و فلاح ونجات" میں بیان کیا اور امّتِ مسلِمہ کو بچت، بینکاری، مائیکرو فنانس، عالمی تجارت کا درس دیا۔ آپ کے پیش کردہ نکات سے راہنمائی لے کر اسلامک بینکنگ سسٹم کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

مروجہ انشورنس کو ناجائز قرار دینے والے اولین علما میں امام احمد رضا سرفہرست تھے۔ اسلامی اصولوں سے ماخوذ تکافل ماضی قریب میں انشورنس کے متبادل کے طور پر سامنے آیا ہے ۔ تکافل کے موجودہ ماڈل کو شرع مطہرہ کے اعتبار سے بہتر بنانے کے لیے امام احمد رضا کی مضاربہ، وکالہ اور وقف سے متعلق تحقیقات سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

قرآن وسنت میں اسلامی فلاحی ریاست کے لیے معاشی تعلیمات واضح انداز میں بیان ہوئی ہیں جس کے عملی نفاذ سے معاشرے کے ہر فرد کی کفالت اور معاشی فلاح وبہبود کا تحفظ ممکن ہے جیسے زکوٰۃ وصدقات، وقف وغیرہ۔ انفرادی اور مشترکہ معاشی سرگرمیوں کے علاوہ اجتماعی معاشی خوشحالی کے لئے بھی مولانا احمد رضا کی تحقیقات اہمیت کی حامل ہیں۔

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ امام احمد رضا نے زکوٰۃ کے تمام پہلوؤں کو اپنے رسالے "تجلی المشکوٰۃ" میں وضاحت سے بیان کیا ہے اور زکوٰۃ کی مشروعیت، فرضیت پر تفصیلاً بحث موجود ہے۔اسی موضوع پر آپ کا دوسرا رسالہ "اعزا لاکتناہ" ہے جس میں اس مال کے بارے میں جس کی زکوٰۃ کئی عرصے سے ادا نہ کی گئی ہو، اس کے ادا کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔

صدقات وخیرات سے متعلق رسالہ "راڈُ القحط والوباء" لکھ کر مولانا احمد رضا نے صدقات وخیرات کی فضیلت بیان کی۔ وقف انفاق فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے۔ مولانا احمد رضا نے وقف سے متعلق تحریروں میں وقف کے تمام امور کو واضح اور جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

علم الفرائض جو وراثت پر مبنی اسلامی قانون ہے اور مساوات پر مبنی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے مولانا احمد رضا کی اس علم پر تحقیقات آپ کے تین رسائل میں موجود ہیں جو کہ اس علم کے بارے میں آپ کی وسیع النظری اور فقیہانہ بصیرت کا بین ثبوت ہیں۔ حوالہ، وکالہ، حجر، ان تمام معاملات پر بھی امام احمد رضا کی تحقیقات موجود ہیں۔

اسلام انسان کو حلال کمانے کی ترغیب اور جائز وناجائز، حلال وحرام میں تمیز کرنے کا سبق دیتا ہے۔ کسب حلال کے بارے میں انہی امور کی نشاندہی مولانا احمد رضا نے رسالہ کسب حصول ومال میں کی ہے۔ اسی رسالے میں حلال وحرام کی وضاحت اور حرام ذرائع سے حاصل کیے گئے مال کی اقسام کے بارے میں بحث بھی کی ہے۔ مولانا احمد رضا نے اسی موضوع پر ایک اور رسالہ "خیر الامال" بھی لکھا، جس میں کمانے کے ذرائع، تجارت اور دیگر معاملات کی تفصیل موجود ہے۔ مال کمانے کے تمام ذرائع جن کو شرع مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے ان کی تفصیل امام احمد رضا نے غصب اور اکراہ سے متعلق اپنی تحقیقات میں بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح اسراف وتبذیر جو ازروئے شرع ناجائز ہیں، اس کے متعلق مفصلانہ بحث آپ کے رسالہ "ھادی الناس" میں موجود ہے۔

جناب صدرِ محفل! میں نے مولانا احمد رضا کی اکنامکس سے متعلق تحقیقات کا جزوی سا جائزہ یہاں مختصر انداز میں پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشیات میں ان کی تحقیقات اس قدر کثیر اور عالی شان ہیں کہ صحیح معنوں میں اکنامسٹ اور علم معاشیات کے اساتذہ ہی ان کو بیان کرنے کا حق ادا کرسکتے ہیں۔ کئی معاشی موضوعات پر تو مولانا احمد رضا کی تحقیق یونیورسٹی سطح کی ریسرچ کی متقاضی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے اراکین اور معاونین نیز یہاں کانفرنس میں موجود اہلِ علم وفن اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ترجمان۔۔۔ ہفت روزہ "الہام" (بہاولپور)

محمد زبیر (شعبہ تاریخ اسلام، یونیورسٹی آف کراچی)

۱۸۵۷ء میں برِّصغیر سے مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے خاتمے اور انگریزی دور کے آغاز نے باشندگانِ برصغیر خصوصاً مسلمانوں کی حالت انتہائی دگرگوں کردی۔ ہندوؤں اور انگریزوں کے باہمی گٹھ جوڑ نے مسلمانوں کو ہر شعبہ ہائے زندگی میں پیچھے دھکیلنے اور ان کی نسل کُشی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مسلمانوں کے لیے یہ دور (۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء) بڑا ہی کٹھن اور مایوس کن تھا۔

اس دور میں جہاں کئی نامور مسلم رہنماؤں

نے اپنی قوم کی ڈوبتی کشتی کو بھنور سے نکالنے کی کوششیں کیں تو وہیں مختلف اخبار و رسائل نے بھی مسلمانوں کی اصلاح و رہنمائی کا فریضہ انجام دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انہیں میں ایک نام ہفت روزہ ''الہام'' کا بھی ہے۔ جس کا اجرا جناب مسعود حسن شہاب دہلوی * نے ۱۹۴۰ء میں دہلی سے کیا، جو خالصتاً علم و ادب کے فروغ کے لیے مختص تھا مگر جلد ہی مسلم لیگ، کانگریس اور انگریزوں کی سیاست کو اپنی آغوش میں لے کر مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کا بھی فریضہ انجام دینے لگا۔ سیاسی معاملات کی بہتات دیکھتے ہوئے شہاب صاحب نے جلد ہی الہام ہی کے نام سے الگ ایڈیشن شائع کرکے نظریۂ پاکستان، مسلمانوں کے سیاسی مسائل، انگریزوں اور ہندوؤں کی مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے حوالے سے بڑے زوردار اور دور رس اثرات مرتب کرنے والے مضامین لکھ کر مسلمانوں کو سیاسی میدان میں کامیابی دلوانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں'' الہام'' اپنے مالک و ایڈیٹر کے ساتھ بہاولپور منتقل ہو کر ادب، سیاست، مذہب کے حسین امتزاج اور نئی ترجیحات کے ساتھ ہر سُو خوشبو بکھیرنے لگا، جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

''الہام'' کے ایڈیٹر جن کا عقیدہ رہا کہ ''جس تقریب میں نعرۂ رسالت پر پابندی ہو اس کے عہدے کی مجھے ضرورت نہیں'' نے ۷۰ء کی دہائی میں الہام کو خاص طور پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کے ترجمان کے طور پر وقف کر دیا۔ اس حیثیت میں ''الہام'' اب تک کئی شاندار نمبر شائع کرچکا ہے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت نمبر، ۱۹۷۵ء میں مشائخ نمبر، ۱۹۷۶ء میں کرامت اولیاء نمبر، ۱۹۷۸ء میں سنی کانفرنس (ملتان) نمبر اور اکتوبر ۱۹۸۵ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر نیز کئی سال تک نعت نمبر اور میلاد نمبر شائع ہوتے رہے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی کئی نامور شخصیات کا قلمی تعلق عرصہ دراز سے الہام کے ساتھ جڑا رہا؛ جن میں مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ فیض احمد اویسی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، محمد موسیٰ امر تسری، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، سید مقبول حسن گیلانی، جناب مصطفیٰ علی بریلوی، سید محمد عبد اللطیف قادری، جناب شفیق الرحمان نوشاہی، جناب صابر ہزاروی جیسے صاحبِ علم و فضل اصحاب الہام میں اپنی تحریروں کے ذریعے جلوہ افروز رہے۔ علاوہ ازیں ''الہام'' کا ہر شمارہ مولانا بریلوی کی تعلیمات کے کسی نہ کسی پہلو کو اپنے اندر سموئے امّتِ مسلمہ کی رہنمائی کے لیے موجود ہوتا ہے۔

الہام کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے پہلی بار ''اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر'' شائع کیا، جس میں مولانا کی تعلیمات کو بڑے ہی شاندار انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ میں نے اپنا یہ مضمون الہام کے اسی خاص نمبر کے حوالے سے سپردِ قلم کیا ہے، جس سے میرا مقصد نہ صرف الہام کا اہل سنت والجماعت خصوصاً اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت و الفت کے رشتے کو سامنے لانا ہے بلکہ ان خدمات کا بھی ذکر کرنا ہے جو الہام نے اہل سنت والجماعت کے لیے سرانجام دیں۔ الہام کا اعلیٰ حضرت نمبر ۱۴ جون ۱۹۷۵ء کو شائع ہوا جس میں نامور علما و مؤرخین نے اعلیٰ حضرت کی شایانِ شان اُن کی زندگی کے ہر ہر پہلو کو شاندار طریقے سے اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اعلیٰ حضرت نمبر کی غرض و غایت بتاتے ہوئے صفحہ نمبر ۳ پر اس کے ایڈیٹر رقم طراز ہیں کہ ''اس نمبر کی اشاعت سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ وہ نابغۂ روزگار ہستی جس کے علمی کارناموں اور دینی و ملی خدمات پر تعصب کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور جسے متعصب مؤرخین اور مخالف مکاتب فکر کے تنگ نظر اہل قلم نے اس کا جائز مقام نہیں دیا، اس کے افکار و خیالات، نظریات و معتقدات، دینی تفقہ اور علمی تبحر سے عوام کو روشناس کرایا جائے؛ تاکہ جو غلط فہمیاں اس عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں پیدا کر دی گئی ہیں ان کا ازالہ ہوسکے''۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ ''ہم یہ نہیں کہتے کہ ''الہام'' کا زیرِ نظر نمبر کلیتاً اس مقصد کو حاصل کر سکے گا، کیونکہ جس متبحر عالم دین، مجدّدِ ملت اور نابغۂ روزگار شخصیت کے متعلق یہ نمبر ترتیب دیا گیا ہے اس کی ہمہ گیری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی شخصیت کے ایک ایک گوشے کو اجاگر کیا جائے اور اس کی علمی و دینی خدمات کا بھرپور جائزہ لیا جائے''۔

بہر حال الہام نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت و علمی و دینی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے چنانچہ اس خاص نمبر میں شائع ہونے والے نامور شخصیات کے ۱۳ مضامین: ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی''، ''فاضل بریلوی اکابرِ اسلام کی نظر میں''، ''اعلیٰ حضرت کا مسلک''، ''مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی''، ''ایک متبحر عالم۔ایک تاریخ ساز شخصیت''، ''حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تاریخ کی ستم ظریفی''، ''منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے''، ''اعلیٰ حضرت اور مشاہیر عصر''، ''مولانا احمد رضا خان کی فارسی شاعری''، ''اعلیٰ حضرت کے تعلقات معاصرین کے ساتھ''، ''فاضل بریلوی اور امورِ بدعت''، ''فاضل بریلوی اور مرزائیت''، ''فتاویٰ رضویہ اور فقہ حنفیہ''، ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تعلیمات کا لاہور پر اثر''، نے اعلیٰ حضرت کی سیرت و کردار، تعلیمات و افکار، خدمات و صدقات، قلم و تلوار، سیات و معاشرت، علم و آگہی، ادب و شاعری، تدبر و دانشمندی، مختلف علوم و فنون کے ماہر، مترجم و مؤلف و مصنف اور عشق رسول ﷺ کے ایسے ایسے گوشے بے نقاب کیے ہیں کہ پڑھنے والا اعلیٰ حضرت کی شان میں دادِ تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

علاوہ ازیں اسی خاص نمبر میں فیاض کاوش کی ''مجدّدِ ملت'' عزیز حاصلپوری کی ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' ابو طاہر حسین فدا کی ''بندہ خیر الانام'' راجہ رشید محمود کی ''بحضور اعلیٰ حضرت

بریلوی'' اور قمر یزدانی کی ''نذرِ عقیدت بخدمتِ گرامی مرتبت، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی'' محمد دین کلیم کی ''بحضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' کی اعلیٰ حضرت کی شان میں مناقبات نے وہ سماں باندھا ہوا ہے کہ پڑھنے والا عش عش کر اٹھتا ہے۔

فیاض کاوش نے اپنے مضمون ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' میں اعلیٰ حضرت کے جذبۂ عشق رسول ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی شخصیت کے سیاسی و علمی پہلوؤں کے ذکر میں انگریزوں کی مکارانہ سیاست اور آپ کے ہاتھوں اس کا توڑ، قرآن کے ترجمے کا عظیم کارنامہ، علم ہندسہ اور ریاضی میں دسترس، فقہ میں مہارت اور فتاویٰ رضویہ کی اہمیت، سیاسی تدبر اور دو قومی نظریہ جیسے موضوعات کو زیرِ تحریر لاتے ہوئے اعلیٰ حضرت کو فقیہہ اعظم اور مجدّدِ ملّت کا حق دار ٹھہرایا ہے۔

محمد نذیر رانجھا نے اپنے مضمون ''فاضل بریلوی اکابر اسلام کی نظر میں'' دنیائے اسلام کے معروف علماء دین جن میں برصغیر سے مولوی مفتی محمد عبد المنان، مولانا سراج احمد، پیر محمد اسحاق خان مجددی سرہندی، مولانا عبد الستار خاں نیازی، اور سرزمین عرب سے شیخ محمد مختار بن عطارد الجادی (مسجد حرام مکۂ معظمہ) شیخ مصطفیٰ ابن تارزی (مسجد نبوی مدینۂ منورہ) شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ (خطیب مسجد الحرام) نے شریعت و طریقت، تحقیق و تدقیقات، علم و فضل، غیرت ایمانی، سیاسی تدبر، قرآن، حدیث، فقہ، علم الکلام، تصوف اور سیاست ملکی کے ماہر کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت کی سچائی اور ایمانی پختگی کی گواہی دی ہے۔

''اعلیٰ حضرت کا مسلک'' کے مضمون نگار جناب راجہ رشید محمود، حضور ﷺ کی محبت کو اہل سنت و الجماعت کے لیے حاصلِ حیات اور حاصل عقیدہ بتاتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی حضور ﷺ کی شان و محبت میں ڈوبی ہوئی شاعری کے چند اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی شاعری محض محبت ہے، دین ہے، ناموسِ مصطفیٰ کا تحفظ ہے، جذبہ ہے اور خلوص ہے۔

جناب محمد ارشاد جمیل نے اپنے مضمون ''مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی'' میں آپ کے بچپن کے پاکیزہ اور متقی و متبع سنت واقعات کا ذکر کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو دنیا میں بھیجا ہی اپنے نبی کی سنّت کو پھیلانے کے لیے۔ اعلیٰ حضرت کی نوجوانی میں دین مصطفوی سے والہانہ عشق کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مضمون نگار نے برصغیر کے سیاسی اتار چڑھاؤ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کارہائے نمایاں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ بعد ازاں آپ کی چند مشہور تصانیف جیسے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ اور حدائق بخشش جو اہلِ ایمان کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں پر مختصراً مگر جامعیت کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے۔ تینوں مذکورہ تصانیف بلا شبہ ملّتِ اسلامیہ کے نیک جذبوں کو پروان چڑھانے، ان کے ایمان کی مضبوطی اور اصلاح کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

''ایک متبحر عالم، ایک تاریخ ساز شخصیت'' کے قلم کار جناب قاضی محمد غوث منصور کا مضمون بھی پڑھنے والوں کو اعلیٰ حضرت کے بارے میں گراں قدر معلومات فراہم کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ۵۰ سے زیادہ علوم فنون پر نہ صرف کامل دسترس رکھتے تھے بلکہ ان علوم پر آپ کی بے شمار قابل قدر تصانیف بھی موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے مضمون میں مولانا کی ذہانت و فطانت کے کئی واقعات نقل کرتے ہوئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر، ریاضی اور فلسفے کے ماہر ڈاکٹر ضیاء الدین سے وابستہ ایک مشہور واقعہ نقل کیا ہے کہ کس طرح ڈاکٹر ضیاء الدین کے لیے ریاضی کا ایک مسئلہ لاینحل بنا ہوا تھا اور ہر طرف سے مایوس ہو کر جب ڈاکٹر صاحب مولانا سید سلیمان اشرف کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کے پاس آئے تو اعلیٰ حضرت نے انتہائی مختصر وقت میں وہ مسئلہ حل فرما دیا، جس پر ڈاکٹر ضیاء الدین یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ''افسوس ہم نے یورپ میں جا کر اپنا وقت ضائع کیا حالانکہ ہمارے ملک میں معقولات کا اتنا بہترین ماہر موجود ہے''۔

مولانا محمد حسن علی رضوی کا مضمون ''حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تاریخ کی ستم ظریفی'' متحدہ ہندوستان میں اعلیٰ حضرت کی ہندو مسلم کشمکش کے دوران آپ کے اس مثبت کردار کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتا ہے جس کے نتیجے میں مسلمان اپنا الگ وطن پاکستان لینے میں کامیاب ہوئے تھے۔

''اعلیٰ حضرت اور مشاہیر عصر'' میں محمد صادق قصوری نے بڑے دل نشیں انداز میں اعلیٰ حضرت سے علامہ اقبال کی محبت اور مولانا محمد علی جوہر و شوکت علی اور ڈاکٹر ضیاء الدین کے ساتھ ملاقاتوں کا احوال درج کیا ہے۔ جسے پڑھ کر یہ اندازہ کرنا ذرا مشکل نہیں ہوتا کہ اپنے دور کے صاحبِ علم و کمال لوگ اعلیٰ حضرت سے کس قدر متاثر تھے۔

''مولانا احمد رضا خاں کی فارسی شاعری'' کے مضمون میں اعلیٰ حضرت کی صحابہ کرام، اہل بیت، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور دیگر اولیاے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی شان میں لکھے گئے مناقب کو نقل کرتے ہوئے فاضل مضمون نگار جناب سید رضاء اللہ شاہ عارف نوشاہی نے آپ کی شاعرانہ حیثیت کو بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت صرف مولود کے شاعر نہیں تھے بلکہ آپ قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی اور منقبت کے بھی شاعر تھے۔

سید نور محمد قادری نے اپنے مختصر سے مضمون ''اعلیٰ حضرت کے تعلقات معاصرین کے ساتھ'' میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، قاری شاہ سلیمان پھلواروی، سید علی حسین شاہ، حضرت مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی جیسے اہل علم و قلم اور معاشرے میں اپنا اثر و حلقہ رکھنے والے اصحاب کے ساتھ دیرینہ تعلقات کے حوالے سے لکھ کر یہ بتانے کی کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت کے مختلف نظریات و خیالات

رکھنے والے اصحاب سے باہمی محبت و الفت کے رشتے استوار تھے۔

سجدۂ تعظیمی، عورتوں کا مزارات پر جانا، ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی رسومات، سماعت و قوالی، قبر کا طواف و بوسہ، قبروں کو اونچا بنانا، امام ضامن، مزاراتِ اولیاء پر منکرات، بچوں کے سر پر چوٹی جیسی بدعات و مسائل کے حوالے سے سید محمد فاروق القادری نے اپنے مضمون ''فاضل بریلوی اور امور بدعت'' میں اعلیٰ حضرت نے ان معاملات کے رد میں جو ارشادات فرمائے مضمون نگار نے نہایت خوبصورتی سے نہ صرف انہیں قلمبند کیا بلکہ اپنی تحقیق سے غیروں کے ان الزامات و اعتراضات کی بھی نفی کی جو وہ بدعات کے حوالے سے اعلیٰ حضرت پر لگاتے رہے ہیں۔

برِّ صغیر میں فتنۂ قادنیت نے جب سر اٹھایا تو علامہ فاضل بریلوی نے ان کے خلاف علمی و قلمی جہاد شروع کر دیا اور اس سلسلے میں متعدد کتابیں اور رسائل لکھ کر اس فتنے کو پوری طرح بے نقاب کیا، جس کے بڑے دور رس اثرات نکلے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت کے موقع پر مولانا کی تحریرات نے بڑی مقبولیت حاصل کی اور مسئلے کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اور یوں ہزارہا مسلمانوں کو اس فتنے کی زد میں آنے سے بچا لیا۔ مرزائیت کے حوالے سے آپ کی تصانیف کا محمد منشا تابش قصوری نے اپنے مضمون ''فاضل بریلوی اور مرزائیت'' میں اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

مولانا فیض احمد اویسی کا مضمون ''فتاویٰ رضویہ اور فقہِ حنفیہ'' بھی اعلیٰ پائے کا مضمون ہے، جس میں اعلیٰ حضرت کا فقہ حنفیہ کے حل طلب مسائل کو حل کرنے کی کوشش کا ذکر ہے۔ اور فتاویٰ رضویہ میں ان مسائل کے حل کے لیے جو بحثیں کی گئی ہیں فاضل مضمون نگار انہیں اپنے مضمون میں زیرِ قلم لائے ہیں ۔ اعلیٰ حضرت کا یہ وہ کارنامہ ہے جس پر اپنے اور غیر دونوں صدائے آفریں بلند کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیمات نے لاہور اور اس کے گردونواح پر جو اثرات مرتب کیے محمد دین کلیم نے ان اثرات کا اپنے مضمون '' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تعلیمات کا لاہور پر اثر'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ آپ کی اولاد، رشتہ داروں اور شاگردوں میں سے جو لاہور آئے ان کی خدمات اور امام رضا کی تعلیمات کو اس شہر کی رونق بنانے میں انہوں نے جو کردار ادا کیا اسے بھی بالتفصیل بیان کیا ہے۔

یہ ایک مختصر ساخاکہ تھا جو ''الہام'' اور ''اعلیٰ حضرت'' کے تعلقات کے حوالے سے سپرد قلم کیا گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخاں بریلوی دین و دنیا کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے والے وہ مینارۂ نور ہیں جس کی روشنی نے ہر سُو سویرا بکھیرا ہوا ہے اور اس سویرے میں ہر انسان اپنی دینی اور دنیاوی زندگی کی اصلاح اور پیش بندی کر سکتا ہے۔ ''الہام'' اس سویرے کو اپنے اندر لیے ہمہ وقت موجود ہے۔

حسن رضاخاں کی غزلیہ شاعری

شذرہ سکندری (شاہ عبد الطیف یونیورسٹی، خیرپور)

مولانا حسن رضاخاں ۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد دلی کے رہنے والے تھے آپ کے جد امجد محمد سعادت علی خاں کی وفات تک آپ کے خاندان کا مسکن اسی شہر میں رہا مگر اس کے بعد مستقل سکونت بریلی میں قرار پائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے حاصل کی۔ حسن بریلوی کی تعلیم و تربیت میں ان کے برادر مولانا احمد رضاخاں بریلوی کا نہایت اہم حصہ ہے۔ مولانا نقی علی خاں، امام احمد رضاخاں کے مسندِ تدریس و افتاء پر متمکن ہونے کے بعد تدریسی ذمّے داریوں سے عملاً کنارہ کش ہو گئے تھے اور یہ بار بھی امام احمد رضاخاں کے ذہن و قلم پر آپڑا تھا اس لیے حسن بریلوی نے مولانا احمد رضاخاں سے علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ علوم درسیہ سے فراغت کے بعد مولانا حسن رضا اپنے برادر امام احمد رضاخاں کے معاون بنے ان کی علمی، ادبی اور دینی تصانیف کی طباعت و اشاعت اور ترسیل و ابلاغ کا اہتمام نہایت ذمّے داری سے کرتے رہے۔ خاص طور پر امام احمد رضا کی شعری تخلیقات کی تدوین و طباعت حسن رضاخاں نے اپنے ذمّے لے رکھی تھی۔

امام احمد رضاخاں کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش (حصہ اوّل) حسن بریلوی کے حسن ترتیب کا آئینہ دار ہے۔ مولانا حسن رضا کو امام احمد رضاخاں سے جس قدر عقیدت و محبت تھی اس دیوان کی اشاعت اس بات کی مظہر ہے۔ حسن بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام کو منظر عام پر لانے سے قبل امام احمد رضاخاں کے نعتیہ دیوان کی اشاعت ضروری سمجھی۔ حدائق بخشش (حصّۂ اوّل) اپنے تاریخی نام کے ساتھ ۱۳۲۵ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی۔ حسن رضاخاں کا نعتیہ کلام ''ذوقِ نعت'' ۱۳۲۶ھ میں ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔

حسن رضاخاں نظم و نثر دونوں میں مہارت رکھتے تھے ان کی تخلیقات نظم و نثر درج ذیل ہیں:

(۱) تزکِ مرتضوی دراثبات تفضیل شیخین

(۲) نگارستان لطافت در ذکر میلاد شریف

(۳) بے موقع فریاد کا مہذب جواب اثبات مسئلۂ قربانی
(۴) آئینۂ قیامت ذکر واقعہ کربلا
(۵) دین حسن در حقانیت اسلام
(۶) وسائل بخشش (مثنوی) ذکر کراماتِ غوث اعظم
(۷) ذوق نعت
(۸) ثمر فصاحت
(۹) قند پارسی کلام مجاز فارسی
(۱۰) صمصام حس بر دابر فتن
(۱۱) ندوہ کا تیجہ

مولانا حسن رضا خاں نے اردو شاعری کا بڑا سرمایہ یادگار چھوڑا ان کی اردو شاعری دو حصوں میں منقسم ہے: (۱) نعتیہ شاعری (۲) عاشقانہ۔ نعتیہ شاعری میں امام احمد رضا خاں سے فیض حاصل کیا۔ عاشقانہ رنگ میں بلبلِ ہندوستان سے تلمذ تھا؛ جس زمانے میں داغ رام پور میں تھے آپ ان کے شاگرد ہوئے اور ہر سال ایک دو مہینے ان کی خدمت میں رہ کر فیضِ صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ مولانا حسن بریلوی نے اپنے کلام میں اپنے استاد داغ دہلوی کا ذکر بہت احترام اور والہانہ انداز میں کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

لطف ان ست مضامین میں کہاں سے آئے
اے حسؔن گر کرمِ حضرت استاد نہ ہو

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذتِ سوز و گداز
اے حسؔن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا

یہ گل فشانیاں تو نہ ہوتیں کبھی حسؔن
تم نے چنے ہیں پھول یہ گلزار داغ سے

اس مضمون میں "ثمر فصاحت" کے حوالے سے حسن رضا خاں کی غزل گوئی کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔ حسن رضا خاں کی غزلیں فنی اعتبار سے مکمل ہیں۔ تقریباً ہر غزل میں مطلع، ردیف، قافیہ، مقطع موجود ہے؛ کل ۱۸۳ غزلیں ہیں۔ سب سے مختصر غزل ۸ / اشعار اور طویل ترین غزل ۴۹ / اشعار پر مشتمل ہے۔

حسن رضا خاں کی عاشقانہ شاعری پر داغ دہلوی کا گہرا اثر ہے شوخی نازک خیالی، طنز، معاملہ بندی، محبوب سے چھیڑ چھاڑ حسن بریلوی کے یہاں بھی پائی جاتی ہے۔ حسن رضا خاں کے کلام میں شوخی کا عنصر نمایاں ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

چڑھاؤ آستین خنجر نکالو
یہ چپکے چپکے مجھ کو کوسنا کیا

تمہیں خوش پا کے میں نے کر لیا پیار
خوشی کی بات میں ہوتے ہو ناخوش

شوخی کے ساتھ طنز کا عنصر بھی پایا جاتا ہے

میری برائی آپ کریں وہ بھی غیر سے
کیا یہ عادت آپ کے نزدیک بھی اچھی نہیں

سو بڑی مجھ کو سنائیں وہ تو سو اچھی بتائیں
میں جو سو اچھی کہوں تو ایک بھی اچھی نہیں

ہمارے نالہ و فریاد پر یہ شکوے ہیں
وہ اپنے ظلم و ستم تو ذرا شمار کریں

ان کے کلام میں کہیں کہیں معاملہ بندی بھی پائی جاتی ہے لیکن اس میں کھل کھیلنے کا انداز نہیں:

آپ ہی قصداً بلانا مجھ کو جاتا دیکھ کر
آپ ہی پھر چھیڑ سے کہنا مجھے دھوکا ہوا

تم چپکے سے اک بوسۂ عارض ہمیں دے دو
کہتے ہیں قسم کھا کے کہیں گے نہ کسی سے

حسن رضا خاں کے کلام کی ایک اہم خصوصیت نازک خیالی ہے۔ انہوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کیے ہیں:

وائے تقدیر کہ تم اس کو حنا سمجھے ہو
چٹکیوں میں جو ملا جائے مرا دل وہی

دل کے داغوں کا مداوانہ کروں گا ہر گز
چارہ گر ان کی امانت میں خیانت ہو گی

لیے جاتا ہے غبار پس محمل اے قیس
آسرے آسرے میں سینکڑوں منزل مجھ کو

حسن رضا کے کلام میں ندرتِ خیال کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

شمع تیری آرزو میں رات بھر روتی رہی
داغ ناکامی جگر میں ماہ تاباں لے چلا

خیال آمد لیلی کی تعظیم اس کو کہتے ہیں
کہ اب تک گرد باد اٹھتے ہیں مجنوں کے بیاباں میں

ہمارا آشیاں کنج قفس قسمت نے ٹھہرایا
بہار اب قید تنہائی کے دن کاٹے گلستاں میں

حسن رضا خاں کے کلام کی نمایاں خوبی حُسنِ زبان ہے۔ ان کے کلام میں ثقیل الفاظ، دور از کار تشبیہات واستعارات اور تراکیب کا عیب نہیں پایا جاتا۔ ان کی شاعری میں سہل ممتنع کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ہائے رے اس کے دل کی ناکامی
جو تمہارا امیدوار ہوا

تمہارے وعدہ کا اتنا تو اعتبار کیا
کہ بعد مرگ بھی مرقد میں انتظار کیا

آپ پہلو سے وہی جاتے ہیں
جنہیں جاتا نہیں دیکھا جاتا

غیر دشمن، اپنے بے گانے، زمانہ بر خلاف
دل لگانے کا جو حاصل ہے وہ حاصل ہو گیا

جور کی مہربانیاں ہم پر
مہر کی غیر پر عنایت ہے

ہو برے وقت کا ساتھی نہ کوئی
دوست بے فائدہ بے کار عزیز

حسن رضا خاں کے کلام میں روز مرہ اور محاورے کا صحیح اور بر محل استعمال ملتا ہے، جس سے ان کے کلام کے حسن اور دل کشی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

یہ دل ہے کہ دشمن ہے مری جان حزیں کا
مجھ کو اسی کمبخت نے رکھا نہ کہیں کا

اگر بات کھونی ہو تو غم سناؤں
مجھے ہے یقین ان کو باور نہ ہو گا

گزرا ہے میری خاک سے وہ شہسوار آج
کرتا ہے آسمان سے باتیں غبار آج

کلیجہ مونھ کو آیا دل ہوا جاتا ہے بے قابو
نکلنے والے تیری بزم سے کیوں کر نکلتے ہیں

ہو کر غبار ان کی گلی میں اڑا کروں
مٹی میں مل کے کیوں مری مٹی خراب ہو

اب یہ سمجھے ہیں پڑیں ایسی سمجھ پر پتھر
ایسے جلاد ستمگر کو نہ دے دل کوئی

جانتے ہیں وہ اک نہ مانیں گے
بات کیوں کھوئیں التجا کر کے

مرگِ عاشق پہ یہ رہ رہ کر تاسف کس لیے
خاک ڈالو ذکر بھی چھوڑو جو ہونا تھا ہوا

مر گیا بیمار فرقت مختصر قصّہ ہوا
روز کا جھگڑا مٹا بہتر ہوا اچھا ہوا

حسن رضا خاں کے کلام میں تمام صنائع بدائع پائے جاتے ہیں ذیل میں چند صنائع بدائع کی نشان دہی کی جاتی ہے:

(۱) تضاد: کلام میں ایسے دو لفظوں کا لانا جو بلحاظ معنیٰ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں

مرا بیٹھنا در پہ کس آرزو سے
وہ ٹھوکر لگا کر اٹھانا کسی کا

ہوئے ہم ابتدائے عشق ہی کے
خدا ہی جانے ہوگی انتہا کیا

دل کا آنا تو بہت سہل ہے برا لے ناصح
وہی مشکل ہے جسے کہتے ہو دشوار نہیں

پس پا ہوئی جاتی ہے سر شوق کی ہمت
عالی ہے یہ رتبہ ترے کوچے کی زمیں کا

(۲) مبالغہ: کسی چیز کی کیفیت و شدت، اچھائی یا برائی کو ظاہر کرنے میں شاعر کا حد سے زیادہ بڑھ جانا مبالغہ کہاتا ہے۔

کیں ابر نے اگرچہ عرق ریزیاں بہت
خاک نہ کھینچ سکا مری چشم پر آب کا

او تغافل کیش چیخ اٹھے مرے نالوں سے کوہ
دل تیرا پتھر کا، پتھر کا نہیں فولاد کا

خواب عدم سے چونک پڑے خفتگانِ خاک
کیا شورِ صور میں اثر تیری چال کا

مرے اشکوں سے ملے دریا تو ڈوبے شرم سے
کیا ہو قطرہ کی حقیقت سیکڑوں من آب میں

تجاہلِ عارفانہ: تجاہل کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو انجان ظاہر کرنا اور عارف جاننے پہنچاننے والے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شاعری میں شاعر کا کسی بات کو جانتے بوجھتے ہوئے کبھی کوئی شاعرانہ حسن و خوبی یا ندرت پیدا کرنے کے لیے انجان بننا

تم بھی کیا طالب دیدار مرے ماہ کے ہو
رات دن پھرنے کا اے شمس و قمر کیا باعث

اس شوخ کے انکار سے دل ٹکڑے ہوا کیوں
یارب کوئی خنجر تو نہ تھا لفظ نہیں کا

پوچھتے ہیں لوگ کیوں مضطر ترا دل ہو گیا
کچھ تمہیں معلوم ہے کس پر یہ مائل ہو گیا

حسن تعلیل: حسن کے معنیٰ خوبصورتی کے ہیں اور تعلیل کے معنیٰ علت یا سبب بیان کرنے کے ہیں۔ اس صفت کو حسن تعلیل اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس میں شاعر کسی بات کے اصلی سبب یا وجہ کو چھوڑ کر اپنی جانب سے کوئی حسین سی علت یا کوئی خاص سبب بیان کرتا ہے

جلتا ہے اس کا دل بھی مرے سوز ہجر پر
روتی ہے مرے حال پہ کیا زار زار شمع

پہنچی ہے کس کی آن شرر بار تا فلک
کیسا یہ داغ ہے مد کامل سے پوچھیے

شمع تیری آرزو میں رات بھر روتی رہی
داغ ناکامی جگر میں ماہ تاباں لے چلا

کون دریا سے گیا ہے کس کے جانے کا ہے غم
رنج فرقت میں تلاطم سے ہے شیون آب میں

مراعات النظیر: کلام میں شاعر کا چند ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جو آپس میں ایک دوسرے سے تعلق و مناسبت رکھتی ہوں اس کو رعایت لفظی، تناسب، ایتلاف، تلفیق توافق بھی کہتے ہیں

یہ فصلِ گل یہ جھوم کر آنا سحاب کا
ساقی، میں اور ایک پیالہ شراب کا

پودوں میں شاخیں، شاخوں میں گل، گل میں رنگ و بو
کیوں کر کہوں یہ عطر ہے سعی نسیم کا

ساقی بھی ہے عدو بھی ہے مطرب بھی ہے مہ بھی ہے
اک تیری انجمن میں ہماری ہی جانیں

فصل گل و مضنی و ساقی، بتان شوخ
بھرتی ہے ان مزوں سے طبیعت کسی طرح

ضعت عکس یا تبدیل: اس کو صنعت عکس و تبدیل دونوں ہی نام دیئے جاتے ہیں۔ شاعر کا کلام کے چند اجزا کو اس ترکیب سے بدلنا کہ جس جزو کو مقدم کیا ہے وہ مؤخر اور جس کو مؤخر کیا ہے وہ مقدم ہو جائے۔

حسرت آتی ہے آرزوؤں پر
آرزو آرزو میں حسرت ہے

ایک تم ہو کہ وفا پر بھی جفا کرتے ہو
ایک ہم ہیں کہ جفا پر بھی وفا ہوتی ہے

یاد کرنا تو بھلایا، بھول جانا یاد ہے
بھول جانے والے قائل ہوں میں تیری یاد کا

جو اپنا ہو نہیں سکتا وہ ان کے دل کا پیارا ہے
جو ان کا ہو نہیں سکتا وہ اپنا ہو نہیں سکتا

صنعت تواتر یا تقسیم

تبسم لب پر، خنجر کند، ڈھیلا ہاتھ، منھ پھیرے
بڑی بے دردیوں سے کاٹتے ہو میری گردن کو

کیوں ہوں یہ رسوائیاں اگر آپ ہر جائی نہ ہوں
خاک بر سر، آہ بر لب، در بدر، کوئی نہ ہو

دشمن عزیز بخت عدو چرخ بر خلاف
اٹھ کر میں تیرے در سے کہیں کا رہا نہیں

تجنیس مکرر: کلام میں ایک ہی جنس کے دو لفظ ساتھ ساتھ لانا

یہ گھٹائیں کالی کالی یہ ہوائیں سرد سرد
ناصح مشفق خدا کے واسطے سمجھا نہ آج

ہائے درد دل اجل بھی نہ پوچھے گی ہجر میں
اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہے کسے بار بار آج

آنکھوں آنکھوں میں مرے دل کو چرانا آپ ہی
آپ ہی پھر میری حسرت پر یہ کہنا کیا ہوا

تجنیس مضارع: کلام میں ایسے دو لفظوں کا لانا جن کے حروف شمار اور ہیئت میں یکساں ہوں لیکن دونوں میں ایک حرف مختلف ہو مگر یہ حروف ہم مخرج یا قریب المخرج ہوتے ہیں۔ یہ اختلاف یا تو لفظ کے شروع میں ہوتا ہے یا درمیاں میں یا آخر میں

خفا کیوں ہو گئے کس واسطے آنکھیں چراتے ہو
خطا کیوں ہو گئی تم کو اگر آدھی نظر آیا

تجنیس خطی: کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو شکل و صورت اور تحریر میں یکساں ہوں لیکن حرکات و سکنات اور نقطوں میں فرق رکھتے ہوں۔

کنج خلوت میں کبھی ہیں وہ، کبھی جلوت میں
کُل یَومِ ھُوَ فی شان کا جلوہ دیکھا

تجنیس مشابہ: جب دونوں لفظ یکساں تلفظ و تحریر رکھتے ہوں تو اسے تجنیس مشابہ کہیں گے

عشق کے جن کا اثر جن پر ہوا پھر نہ بچے
اس بلا پر نہیں چلتا کوئی گنڈا تعویز

تجنیس محرف: کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تحریر و حروف کے اعتبار سے تو یکساں ہوں مگر ان کی حرکات و سکنات اور معانی مختلف ہوں۔

ہیں امر و نہی لائق تسلیم بے دلیل
خالی حِکَم سے حکم نہ ہو گا حکیم کا

تجنیس تام: کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو املا و تلفظ دونوں میں مشابہ و یکساں ہوں مگر معنیٰ مختلف ہوں

آنکھ شیریں سے لگی اب نیند کہتے ہیں کسے
خواب شیریں سے رہا گیا واسطہ فریاد کا

تجنیس زائد: کلامیں دو ایسے متجانس الفاظ کا استعمال کرنا جن میں سے کسی ایک میں ایک حرف زائد ہو یہ زائد حرف لفظ کے شروع میں درمیان میں لفظ کے آخر میں کہیں بھی ہو سکتا ہے

اہل الفت نالہ کش معشوق حیرت میں خموش
شور ہے تیر خموشی کا مری فریاد کا

التفات: کسی شخص یا چیز کا سلسلۂ کلام میں کبھی بطور غائب اور کبھی بطور مخاطب اور کبھی بطور متکلم ذکر کرتا

جس طرح منہ تکتے ہیں ہم آج ظالم تو بھی
منہ تکے کل حشر میں تو شا کی بیداد کا

تم منہ سے کیوں اٹھاتے ہو گوشہ نقاب کا
چہرہ ابھی سے فق ہے مہ و آفتاب کا

اشتقاق: شاعر کا کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک ہی مصدر یا مادے سے مشتق ہوں

کس نے سنایا اور سنایا تو کیا سنا
سنتا ہوں آج تم نے مرا ماجرا سنا

کیوں ترس آتا نہیں ترسے ہوں کے حال پر
اے بت ترسانا خدا ترس ترساتے ہوئے

تحت النقاط: کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے نیچے ہی نقطے ہوں

جب مرا مہر جلوہ گر ہو گا
دو پہر ہو گا جو دو پہر ہو گا

تدبیج: شاعر جب کلام میں کئی قسم کے رنگوں یا خصوصیت سے ایسے رنگوں کا ذکر کرے جو ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو اسے صنعت تدبیج کہتے ہیں

سایا جام مٔے سرخ کا پھر دور چلے
دیکھ وہ کالی گھٹا چھائی ہے گلزاروں پر

تاکید الذم بمایشبہ المدح: کلام میں ایسے الفاظ لانا جو بظاہر تو تعریف معلوم ہوں لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس سے مذمت اور ذم کا پہلو نکلتا ہو

میری برائی آپ کریں وہ بھی غیر سے
میں بدگماں نہیں مجھے ایسا گماں نہیں

ناز نہیں پاؤں ہیں دکھ جائیں گے
مری میت پہ وہ آئیں کیوں کر

تلمیح: کلام میں شاعر کا کسی خاص قصّے، آیت، مسئلے یا اہم واقعے کی طرف اشارہ کرنا

مردے ٹھوکر سے جلاتے ہیں جلانے والے
جنبش پا میں کمالِ لبِ عیسیٰ دیکھا

شکل کلیم ہم کو بھی بے ہوش کیجیے
آئینہ بھیج دیجیے اپنے جمال کا

کنج خلوت میں کبھی ہیں وہ، کبھی جلوت میں
کُلَّ یومٍ ھُوَ فی شان کا جلوہ دیکھا

اِنَّ بَعضَ الظَّنِ اِثمٌ کا نہ ہو ڈر تو کہوں
میں نے دیکھا ہے حسن تم جہاں جاتے ہوئے

چشم تر پر لے کے عکس عارضِ دل دار کو
دیکھیے جناب تجری تحہتا الانہار کو (۱۱۱)

سیاقۃ الاعداد: کلام میں بالترتیب یا بے ترتیب اعداد کا نظم کرنا

سو کی سو اچھی اگر سو خواہشیں ہوں غیر کی
میری لاکھوں حسرتوں میں ایک بھی اچھی نہیں

ذرات کوئے یار میں کیا ہو فروغ مہر
دس بیس آفتاب میں ایک آفتاب کیا

تکرار الفاظ: الفاظ کی تکرار سے بھی کلام میں ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ مولانا حسن نے اس صفت کو بھی خوب استعمال کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

بات پوچھی نہ کبھی حال ہمارا دیکھا
جایئے جایئے بس آپ کو دیکھا دیکھا

دل لگانے کی سزا ہم نے جو پائی پائی
پیار کرنے کا مزہ دل نے جو دیکھا دیکھا

حسن رضا خاں کی شاعری کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے چھوٹی زمینوں میں دل نشیں اشعار کہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے باتیں کر رہے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

عیادت کیوں کریں وہ مدعا کیا
کہ درد بے کسی کا پوچھنا کیا

ہجوم صدمۂ فرقت تو دیکھو
کرے اب میر طاقت آزما کیا

نہ سوجھا دل لگاتے وقت کچھ بھی
پر اب کہتا ہوں یہ میں نے کیا کیا

عدو نے حال محبت جو آشکار کیا
تمہیں خدا کی قسم تم نے اعتبار کیا

کرے ایسے سے کوئی التجا کیا
کہے جو سن کے مطلب مدعا کیا

کوئی فسوں پڑھا یا گالیاں دیں
مجھے یہ چپکے چپکے کہہ دیا کیا

مرے گھر پوچھتا آیا اُنھیں غیر
مجھے حیرت کہ ہے یہ ماجرا کیا

ہم ہیں اور تری یادگاری ہے
کچھ تجھے بھی خبر ہماری ہے

دل کی خاطر یہ آہ وزاری ہے
بھولے بچھڑے کی یادگاری ہے

آ کہ وقت آچکا ہے جانے کا
آ کہ ہنگام دم شماری کا ہے

حسن رضا خاں کی شاعری اپنے عہد کی شعری روایت کی بہترین عکاس ہے۔ ثمر فصاحت میں تمام شاعرانہ خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ حسرت موہانی نے "نکاتِ سخن" میں محاسن سخن کے ۱۷ عنوانات میں سے ۷ عنوانات کے ذیل میں حسن رضا خاں کے اشعار کا انتخاب دیا۔

ہم **۳۲ ویں امام احمد رضا کانفرنس** کے انعقاد پر

پیر طریقت **مفتی تقدس علی خاں** قادری رضوی علیہ الرحمہ

شیخ کامل مسعودِ ملت ماہر رضویات ناشر مجدّدیات **پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد** علیہ الرحمہ

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی علیہ الرحمہ، **مولانا سید محمد ریاست علی قادری** علیہ الرحمہ

اور خانقاہِ قادریہ رضویہ بریلی شریف سمیت قطب مدینہ شیخ العرب والعجم **مولانا ضیاء الدین مدنی** علیہ الرحمہ

کے سب چاہنے والوں بالخصوص اراکین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو

پیش کرتے ہیں

تبصرہ کتب

تجلیاتِ رضا

تبصرہ نگار: شاہد رضا

نام کتاب: تجلیاتِ رضا
مرتب: ڈاکٹر غلام زرقانی
ناشر: مکتبہ دار الکتاب دہلی
سال اشاعت: ۲۰۰۵ء
صفحات: ۲۲۰

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد ان کے مشن کی آبیاری میں ہمارے جن بزرگوں کا خونِ جگر شامل ہے ان میں ایک بلند قامت نام قائدِ اہلِ سنت علامہ ارشد القادری کا ہے۔ حضرت علامہ کی زندگی کا ایک ایک ورق فکر رضا کا ترجمان ہے۔ خوا وہ مناظرے کا اسٹیج ہو یا خطابت کی کرسی، مسندِ تدریس ہو یا دفترِ تحقیق، میدانِ تصنیف ہو یا کارزارِ صحافت، قیامِ مدارس کی تحریک ہو یا تشکیل تنظیم کی جتن، بہر صورت و بہر مقام فکر رضا ہی ان کا رہبر و رہنما نظر آتا ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت سے اپنے تعلق خاطر کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اعلیٰ حضرت سے میرا رشتہ ایمان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں خاندانی رشتہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔'' (تجلیات رضا، صفحہ ۲)

اعلیٰ حضرت سے اسی جذباتی اور ایمانی لگاؤ نے انہیں زندگی بھر ترویج و اشاعتِ تحریک رضا میں سرگرم رکھا اور وہ اس مشن کو عالمگیریت عطا کرنے کی آرزو میں ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی خاک چھانتے رہے۔ اسی کے ساتھ انہوں نے گاہے بگاہے قرطاس و قلم کے سہارے ہی بارگاہِ رضا میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کیا۔ ان میں کتابوں پر لکھے گئے مقدمات بھی تھے، کانفرنسوں میں پڑھے گئے مقالات بھی اور بعض مستقل مضامین بھی۔ انہیں بکھرے ہوئے قلمی نوادرات کے مجموعے کا نام ''تجلیات رضا'' ہے جسے ترتیب دے کر کتابی شکل میں منظر عام پر لانے کا قابلِ تحسین کارنامہ ان کے فرزند ارجمند ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب نے انجام دیا ہے۔ اس مجموعے کی اشاعت پہلی بار اگست ۲۰۰۵ء میں دار الکتاب دہلی کے زیر اہتمام ہوئی۔

اس کتاب کی ابتدا مرتب کے ایک ۲۰ ورقی مضمون بعنوان ''امام احمد رضا فاضل بریلوی ایک اجمالی تعارف'' سے ہوتی ہے جو دراصل آئندہ صفحات میں مرقوم مقالات و مضامین سے قاری کا ذہن استوار کرتا ہے۔ اس کتاب میں علامہ کا پہلا مضمون بعنوان ''امام احمد رضا بریلوی کے عشق رسول کی ایک جھلک'' کہانی کے پیرائے میں لکھا گیا ایک سید زادے کی تعظیم و توقیر کا ایمان افروز واقعہ ہے۔ اس کی اشاعت علامہ کی تاریخی کہانیوں کے مجموعے ''لالہ زار'' میں ''دل کی آشنائی'' کے عنوان سے ۱۹۸۰ء میں ہو چکی تھی۔

دوسرا مقالہ '''فن تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام امتیاز'' ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام منعقد ''امام احمد رضا انٹر نیشنل کانفرنس'' میں یکم ستمبر ۱۹۹۱ء کو پڑھا گیا تھا اور اس کی اشاعت ایک کتابچے کی شکل میں ہو چکی تھی۔ یہ علامہ کی ایک نہایت ہی عالمانہ تحریر ہے اور اس میں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے اردو ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' کے محاسن کا تین رخ سے جائزہ لیا گیا ہے جو اس طرح ہیں۔ پہلا رخ: ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت۔ دوسرا رخ: ترجمے میں اختصار اور جامعیت۔ تیسرا رخ: شگفتہ زبان۔ ان تینوں رخ سے کنز الایمان کے علمی و فکری جائزے کے پیش نظر یہ واضح کیا گیا ہے کہ دوسرے اردو تراجم کے درمیان فاضل بریلوی کے اردو ترجمۂ قرآن کا مقام امتیاز و اعتبار کتنا بلند ہے۔

تیسرا مضمون بعنوان ''فاضل بریلی کی شاعری میں عشق رسول کے جلوے'' کی اشاعت پہلی بار ماہنامہ ''جام نور'' کلکتہ کے ''خورشید رسالت نمبر'' بابت ماہ جون جولائی ۱۹۶۸ء میں ہوئی تھی۔ یہ مضمون شعر و ادب پر علامہ کی گرفت کی بہترین مثال ہے۔ اس میں فاضل بریلی کی نعتوں میں حضور ﷺ کی کائنات گیر عظمتوں کے اعتراف کی نشاندہی کی گئی ہے مگر ادبی و فنی حیثیت سے گفتگو کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔ خود فرماتے ہیں: ''مندرجہ ذیل مضمون میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ نغموں کا اس رخ سے جائزہ لیا گیا ہے کہ ایک مردِ مومن کا مقامِ عشق اپنے محبوب کے لیے کیا چاہتا ہے۔ ادبی و فنی نکتۂ نظر سے کلام کس بلندی پر ہے سر دست اس بحث سے اغماض کیا گیا ہے۔'' (تجلیات رضا صفحہ ۶۸)

چوتھا مقالہ ''دعوت حق مکتوبات رضا کی روشنی میں'' کی اشاعت ''معارف رضا'' کراچی کے بارھویں شمارے میں ۱۹۹۲ء میں ہوئی تھی۔ اس مقالے کا تعلق فاضل بریلوی کے ۶ مکاتیب سے ہے۔ ان میں تین مکاتیب وہ ہیں جو شیخ الاسلام علامہ شاہ انوار اللہ خاں صاحب بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد

کے نام لکھے گئے تھے اور تین مکتوبات مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء کے نام مرقوم ہیں۔ ان مکاتیب کے حوالے سے وہ فاضل بریلوی کی نرم ونازک اور عاجزی وانکساری سے پرزبان کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی زبان پر شدت پسندی اور تلخ بیانی کا الزام عائد کرنے والوں سے یوں مخاطب ہوتے ہیں": ۔۔۔جو لوگ فتویٰ پڑھ کر زبان کی سختی کا شکوہ کرتے ہیں وہ دوسرے لفظوں میں اپنے ناقص مطالعہ کا پردہ فاش کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس زبان کا بھی مطالعہ کریں جو دعوت اور اتمام حجت کے مرحلے میں امام احمد رضا نے استعمال کی ہے۔" (تجلیات رضا، صفہ ۱۱۰)

شامل کتاب پانچواں اور چھٹا مضمون دراصل فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھی جانے والی دو کتابوں کے دو مقدمات ہیں۔ پہلے مقدمے کا عنوان "عبقریت امام احمد رضا بریلوی کے باکمال پہلو" ہے جس کی اشاعت ۱۹۸۸ء میں مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب کی کتاب "امام احمد رضا اور ردبدعات ومنکرات" کے چوتھے ایڈیشن کے ساتھ ہوئی تھی۔ مولانا مصباحی نے اس مضمون کو ماہنامہ "حجاز جدید" دہلی میں بھی شائع کیا تھا اور دوسرے مقدمے کا عنوان "مسلک رضویت حقائق کے اجالے میں" ہے جس کی اشاعت ۱۹۸۵ء میں مولانا بدر الدین احمد قادری کی کتاب "سوانح اعلیٰ حضرت" کے ساتھ ہوئی تھی۔

مقدمہ "امام احمد رضا اور ردبدعات و منکرات" میں کتاب کے مشتملات پر اپنے تاثرات قلمبند کرنے سے قبل علامہ نے برصغیر ہندوپاک میں "رضویات" پر تحقیقی کام کرنے والوں کی ایک فہرست بھی پیش کی ہے۔ ان کے مطابق ایشیا میں "رضویات" پر تحقیقی کام کرنے والا سب سے قدیم ادارہ "مرکزی مجلس رضا" لاہور ہے جس کے بانی نقیب اہل سنت حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری تھے اور جن علمی شخصیتوں نے اس مشن کو بلندی عطا کی، ان میں پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی، مفتی عبد القیوم ہزاروی، مولانا عبد الستار خاں نیازی، مولانا شمس بریلوی مولانا عبد الحکیم شرف قادری، مولانا منشا تابش قصوری، مولانا سید نور محمد قادری اور مولانا سید محمد ریاست علی قادری وغیرہم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

اپنے دوسرے مقدمہ بعنوان "مسلک رضویت حقائق کے اجالے میں" میں علامہ نے کٹک اڑیسہ میں لفظ "اعلیٰ حضرت" پر مبلغ دار العلوم دیوبند مولوی ارشاد احمد فیض آبادی کے ساتھ ہوئے مناظرے کی مختصر روداد قلم بند کی ہے۔ علاوہ ازیں "مسلک اعلیٰ حضرت" کا تعارف کراتے ہوئے بولیا راجستھان میں دیوبندیوں کے ساتھ ہندوستان کے "دار الاسلام" ہونے کے موضوع پر ہوئے مناظرے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ساتھ میں مضمون بعنوان "بریلوی دور حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان" میں علامہ نے منصبِ تجدید کے تقاضوں کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل بریلوی کی مجددانہ اصلاحات اور علمی خدمات کو چار شعبوں میں منقسم کر کے ان پر مختصراً روشنی ڈالی ہے اور اختتام مضمون سے قبل وہ اہلِ حق و انصاف کو دعوت فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ بات محتاجِ بحث نہیں ہے کہ ہندوپاک میں اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے، دو بڑے مکاتبِ فکر میں منقسم ہوگئے ہیں۔ "بریلوی مکتبۂ فکر" اور "دیوبندی مکتبۂ فکر"۔ میرا یہ مقالہ دونوں مکتبۂ فکر کے تقابلی مطالعے پر مشتمل ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہلِ دیو بند کے مقابلے میں جن عقائد و اعمال کی حمایت کی ہے اگر وہی اہل سنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ "بریلوی مکتبۂ فکر" ہی مذہبِ اہل سنّت کا صحیح ترجمان ہے۔" (تجلیات رضا، صفحہ ۲۰۵)

مجموعے کی آخری تحریر "بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں قائدِ اہلِ سنت کی حاضری" دراصل ان کے "سفرنامۂ کشمیر" سے ماخوذ ہے جس کی اشاعت ماہنامہ "جامِ نور" کلکتہ کے اکتوبر نومبر ۱۹۶۸ء کے شمارے میں ہوئی تھی۔ بعد میں اس کی اشاعت ان کے سفرناموں کے مجموعہ "عینی مشاہدات" میں جولائی ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب کے زیرِ ترتیب ہوئی۔ اس مضمون میں انہوں نے بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں حاضری کے دوران اپنے وارداتِ قلبی اور جذباتِ عقیدت کا حال بیان کرتے ہوئے یہ اقتباس بھی قلم بند فرمایا ہے:

"ویسے کہنے کے لیے ساری دنیا رسول مجتبیٰ کے پروانوں سے بھری ہوئی تھی، لیکن نجد کے گستاخوں کے منہ میں لگام دینے کے لیے تمہارے سوا کون کھڑا ہوا۔۔۔ کس نے اپنی ہستی کی ساری صلاحیتوں کو حمایتِ حق کے مورچے پر لگا کر اسلام کی فصیل کو کفر والحاد کے طوفان سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔۔۔ مزارات کے وارث اور خانقاہوں کے سجادہ نشیں کہاں نہیں تھے۔۔۔ لیکن کسے ہمت ہوئی کہ ابلیس کے امنڈتے ہوئے لشکر کو شکست فاش دینے کے لیے خون کا آخری قطرہ تک نثار کر دے۔" (تجلیاتِ رضا صفحہ ۲۱۱)

مختصر یہ کہ علامہ کے یہ مضامین فکر انگیز ہیں جو اہلِ حق و صداقت کے لیے غور وفکر کے نئے دروازے وا کرتے ہیں۔ ان مضامین کا سنجیدہ مطالعہ امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات اور مقام و مرتبہ کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ مرتب موصوف نے ہر مضمون کی ابتدا میں تعارفی کلمات بھی لکھے ہیں نیز حوالوں کی تخریج کے ساتھ ساتھ انہیں ہر صفحہ کے نیچے لکھ کر موجودہ عہد کے تقاضے کو پورا کیا ہے۔ بعض مضامین کے عناوین بھی مرتب نے خود قائم کیے ہیں اور کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع اور اعلام

کی فہرست بھی انہیں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ پروف ریڈنگ سنبھل سنبھل کر کرائی گئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ پوری کتاب میں صرف ایک دو جگہ ہی کتابت کی غلطی نظر آتی ہے۔

بہر حال ہماری معلومات کے مطابق علامہ علیہ الرحمہ نے فاضلِ بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے جس قدر مضامین تحریر فرمائے تھے ان میں صرف ایک کو چھوڑ کر بقیہ سبھی اس کتاب کی زینت ہیں۔ ایک مضمون بعنوان "امام احمد رضا اور ردِ قادیانیت" جو "معارف رضا" کراچی میں ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔

اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی

تبصرہ نگار: ڈاکٹر تنظیم الفردوس

نام کتاب: اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی
مرتب: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی
سال اشاعت: ۲۰۰۸ء
صفحات: ۲۷۷
قیمت: ۴۰۰روپے

انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی عمومی فکری فضا کو وسعت اور ہمہ جہتی کے ساتھ متاثر کرنے والی علمی اور دینی شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت مولانا احمد رضا خاں کی بھی ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اپنے دیگر فضل و کمال کے علاوہ مولانا اردو نعت گوئی کی ایسی منفرد اور توانا آواز بھی ثابت ہوئے ہیں جس نے اردو نعت گوئی میں ایک نئے اور مستقل مکتبۂ فکر کی بنیاد رکھی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے قرآن و سنتِ نبوی ﷺ کے علاوہ آثارِ صحابہ و اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ ساتھ کتبِ تواریخ و سیر سے استفادے کی ایک روایت بھی آگے بڑھائی۔ ان کی یہ روایت آج تک نعت گو شعرا کے لیے ایک نشانِ راہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ اردو کے نعتیہ ادب میں علمی و فکری پہلوؤں کی تفہیم کی روایت بھی آپ ہی کی ڈالی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کی خوش نصیبی اور مقبولیت کا یہ حوالہ بھی کافی توانا ہے کہ ان کی نعت گوئی پر جس کثرت سے لکھا گیا ہے اردو میں کسی اور نعت گو پر نہیں لکھا گیا۔

مضامین و مقالات کی یہ کثرت ان کے عام چاہنے والوں کے لیے خوشی کا باعث تو ہو سکتی ہے لیکن سنجیدہ سپاس گزاروں کے لیے اس کثرت میں طمانیت کا پہلو قدرے کم ہی ہے۔ اس کا پہلا سبب تو یہ ہے کہ اس موضوع پر لکھے گئے بیشتر مضامین محض تحسین کی غرض سے لکھے گئے؛ اگرچہ مولانا کی نعتیہ شاعری پر سنجیدہ علمی و تنقیدی مقالات بھی عرصے سے لکھے جاتے رہے لیکن ابتداءً تعداد میں کم ہونے کی بنا پر وہ اول الذکر تحریروں کے انبار تلے دب سے گئے۔ مولانا کی نعتیہ شاعری پر سامنے آنے والے مطالعات میں عدم اطمینان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اکثر مقالات و مضامین یا کتابوں میں مولانا کی مذہبی و علمی خدمات اور عشقِ مصطفوی ﷺ کے تذکار تو خوب خوب ملتے ہیں، لیکن نعت اور فنِ شاعری یا محاسنِ شعری کے حوالے سے چند جملوں یا سطروں سے زیادہ کچھ نہیں ملتا۔

ہمارا عمومی سماجی و مذہبی رویہ چوں کہ اکابرین کے علمی و ادبی کاموں پر تنقیدی نظر ڈالنے کا عادی نہیں ہے اس لیے مولانا کی نعتیہ شاعری پر بھی گفتگو کے دوران اگر کوئی لسانی یا ادبی اختلاف سامنے آیا تو اسے مولانا کی شخصیت یا علمی مرتبے پر حملہ تصور کیا گیا۔ اس طرزِ فکر کا نتیجہ یہ ہوا کہ بقول صبیح رحمانی "ایک عظیم نعت گو شاعر ہماری سنجیدہ اور مرکزی ادبی تاریخ کا حصہ نہ بن سکا۔" ادبی تاریخ کے بجائے مذہبی تاریخ سے وابستگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جامعاتی تحقیق میں زبان و ادب کے شعبوں میں طویل عرصے تک مولانا احمد رضا خان جیسے نعت گو شاعر کو موضوعِ تحقیق ہی نہیں بنایا گیا۔ بیسویں صدی کے آٹھویں عشرے سے جامعات کی سطح پر کسی حد تک اس کمی کی تلافی کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا احمد رضا کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ان کی نعتیہ شاعری پر بھی ایم۔اے سے بڑھ کر ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی سطح کے مقالے لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

زیرِ تبصرہ کتاب بھی پی۔ایچ۔ڈی کی سند کے لیے پیش کیے جانے والے ایک مقالے پر مشتمل ہے جسے عبدالنعیم عزیزی نے ۱۹۹۴ء میں روہیلکھنڈ یونیورسٹی بھارت میں پیش کر کے تحقیق کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ مولانا کی حیات و خدمات اور ان کی شخصیت کے متنوع پہلوؤں کو نمایاں کرنے میں جن حضراتِ علم و ادب نے عقیدت مندی کے ساتھ علمی و تحقیقی انداز میں قلم اٹھایا ان میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، شاعر لکھنوی، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حکیم محمد موسیٰ امر تسری کے نام انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان

ہی ناموں کے درمیان جناب عبدالنعیم عزیزی صاحب بھی ہیں جو کہ اسلامیات کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے عقیدت مندوں کی صف میں شامل ہیں۔ آپ کے مضامین و مقالات ہندوستان اور پاکستان کے مؤقر علمی جرائد میں شائع ہوتے ہیں۔ ''معارفِ رضا'' کے علاوہ ''نعت رنگ'' میں بھی ڈاکٹر صاحب کے مقالات باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب کے جائزے میں ۶۷۷ صفحات کی ضخامت اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ ابتدائی ۳۷ صفحات پر ''سخن ہائے گفتنی'' از صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، ''تقریظ'' از ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، ''تاثرات'' از پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، ''پیش لفظ'' از پروفیسر ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم، ''دیباچہ'' از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ اس کے علاوہ مقالے کا خلاصہ از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے بعد ڈاکٹر عزیزی کی جانب سے ''اظہارِ تشکر'' بھی شامل ہے۔ ان مشمولات کے بعد ادارے کی جانب سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی شخصیت اور ''رضویات'' کے حوالے سے ان کی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ تعارف اگرچہ ضروری ہے لیکن اس میں موصوف کی پیشہ ورانہ دلچسپیوں کا بیان تشنہ ہے۔ اس ضمن میں ''نعت رنگ'' شمارہ ۲۰ میں ڈاکٹر سراج احمد قادری کا مضمون ''مولانا احمد رضا بریلوی نعتیہ شاعری کے حوالے سے شائع ہونے والی کتب کا تعارف'' قارئین کو نسبتاً زیادہ معلومات فراہم کرتا ہے۔ مذکورہ کتاب کے ابتدائی چار ابواب نعت کی تعریف و تاریخ، اردو نعت کے عہد بہ عہد ارتقا، مولانا احمد رضا خاں کے عہد کے سیاسی، سماجی، تہذیبی، تمدنی و ادبی پس منظر اور مولانا موصوف کی حیات و شخصیت کا احاطہ کرتے ہیں۔ پہلے دونوں عنوانات تو اپنی جگہ خود پی۔ ایچ۔ ڈی کے عنوانات رہے ہیں۔ اور کئی اعلیٰ درجے کی تحقیقی کتب اب تک منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ مصنف نے مناسب انداز سے ان دونوں ابواب کو سمیٹا ہے۔ قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ کتبِ تواریخ و سیر سے استفادے کی کوشش بھی نظر آتی ہے۔ بنیادی مآخذ و مراجع سے استفادے نے ان دونوں ابواب کی تحقیقی حیثیت کو وقیع بنادیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا عہد ہندوستان کے لیے بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص حد درجہ انتشار، افراتفری اور بے چینیوں کا زمانہ تھا۔ ایک طرف علمی سطح پر نمودار ہونے والی علمی و عقلی تحریکات اذہان کو شکوک و اوہام میں مبتلا کر رہی تھیں دوسری جانب مقامی مسائل جو ہندو مسلم اور انگریز کی تثلیث کے زیرِ اثر دن بہ دن الجھے ہوئے ذہنوں کے انتشار کو بڑھانے میں معاون ہو رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کے ذہنی اضمحلال میں اضافہ بھی ہوا اور انھیں نئی سیاسی قوت یعنی انگریزوں کی مخالفت اور ردِ عمل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ۱۸۷۰ء کے بعد سے کسی نہ کسی حد تک مسلمان رہنماؤں نے اس صورتِ حال کو سمجھنے اور اس سے نبرد آزما ہونے کا آغاز کیا۔ علیگڑھ کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک بھی بوجوہ بہت سے شکوک و اوہام کا شکار ہو کر ردو قبولیت کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔ بعد میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام، تقسیمِ بنگال اور اس کی منسوخی، ریشمی رومال کی تحریک، آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام، روس میں مقدس مقامات کی بے حرمتی، طرابلس پر اٹلی کا حملہ۔ پہلی جنگِ عظیم، انگریزوں کی ترک دشمنی اور اس کے ردِ عمل میں ہندوستان میں تحریکِ خلافت کا آغاز، اسی عرصے میں تحریکِ ہجرت اور تحریکِ ترکِ گاؤکشی بھی سامنے آئیں۔

مذکورہ بالا عالمِ انتشار و فساد میں مولانا کی علمی و عملی زندگی کا بڑا حصّہ گزرا، لیکن اس تمام عرصے میں وہ ایک بالغ نظر اور دور اندیش مدبر کی حیثیت سے ہر معاملے پر رائے دیتے رہے۔ بسا اوقات ان کی رائے اجتماعی رائے سے ہٹ کر سامنے آتی رہی اور اس بنیاد پر مولانا پر شدید نوعیت کے الزامات بھی عائد ہوتے رہے، لیکن وہ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے تیسرے باب میں بے حد اختصار، لیکن جامعیت کے ساتھ ان تمام امور کو تحقیقی انداز میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے عرصۂ حیات کے دوران رونما ہونے والے اہم اور قابلِ ذکر ادبی و شعری رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا کے ہم عصر نمایاں شعرا اور نثر نگاروں کا مختصر جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے یہ باب قابلِ لحاظ ہے۔

مولانا کی شخصیت کے حوالے سے بھی کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں ان میں سب سے بنیادی اور اہم کتاب ڈاکٹر مسعود احمد کی ''حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی'' ہے جس میں ڈاکٹر مسعود صاحب نے بڑی تحقیق کے ساتھ مولانا کے ذاتی اور خاندانی کوائف کو اکٹھا کر دیا ہے۔ (ڈاکٹر مسعود صاحب کی کتاب اگرچہ بہت ضخیم نہیں، لیکن انھوں نے اس کتاب میں اس موضوع کے تعلق سے تمام ہی متعلقہ حوالے جمع کر دیے ہیں۔) ڈاکٹر عزیزی نے ان حوالوں کے علاوہ خانوادۂ بریلی سے اپنی خصوصی نسبت اور روہیلکھنڈ کے قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقالے کے اس حصے کو زیادہ مفید بنایا ہے۔ مولانا کے شخصی اور روحانی کمالات کا کم سے کم بیان کرتے ہوئے ان کے علمی اور فقہی مقام کے بیان پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ یہ اس کتاب کی ایسی خوبی ہے جو مولانا کے موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ اس باب میں فاضل مصنف نے ایک اور بہت اہم پہلو نمایاں کیا ہے اور وہ مولانا کی علومِ عقلی و نقلی پر مہارت۔ اکثر

مصنفین اس حوالے سے قلم اٹھاتے ہوئے عقیدت کے جوش میں موضوعات و مضامین کی فہرست تو گنوا دیتے ہیں، لیکن مناسب شواہد دینے سے گریزاں دکھائی دیتے ہیں (شاید ان کا مبلغِ علم اس کی اجازت نہیں دیتا) لیکن ڈاکٹر عزیزی نے متوازن اور علمی انداز میں ان تمام موضوعات کا تذکرہ کیا ہے، جن پر کسی نہ کسی حوالے سے مولانا کی قلمی کاوشیں منظرِ عام پر آئی ہیں اور اہلِ علم نے اپنے علمی اور تحقیقی جائزوں میں انھیں شامل کیا ہے۔ اسی حصے میں ڈاکٹر صاحب نے ایک اہم پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے ”بریلویت“ کو بطورِ فرقہ یا مسلک قائم کرنے کے حوالے سے مغالطے کی تردید کی اور لکھا ہے کہ مولانا نے کوئی نیا مسلک یا فرقہ قائم کیا تھا۔(ص:۲۶۳،۲۶۲) اس باب کے لیے بھی مصنف نے بنیادی اور ثانوی مآخذ و مراجع کی کثیر تعداد سے استفادہ کیا ہے۔

پانچویں باب میں مولانا کے حوالے سے تخلیقی رویوں اور محرکاتِ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے عہد کے کم و بیش تمام ہی اہم ادبی اور شعری رجحانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس جائزے میں عصری، سیاسی و فکری مباحث کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اسی جائزے کی بنیاد پر چھٹے باب میں مولانا کی شاعری کے انفرادی خدوخال اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتویں اور آٹھویں باب میں مولانا کی نعت گوئی کی انفرادی شناخت یعنی عشقِ مصطفوی ﷺ کی شہہ داریوں کا جائزہ ان کے مزاج، عقیدے اور عصری ضرورتوں کے تناظر میں لیا گیا ہے۔یہی وہ مخصوص زاویہ ہے جس کے مطابق اردو نعت گوئی کی تاریخ میں مولانا کا منفرد اور وقیع مقام سامنے آتا ہے۔ڈاکٹر عزیزی نے آٹھویں باب میں اسی مقام و مرتبے کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس جائزے میں فنِ شاعری کے تمام ہی اصول وضوابط پر احمد رضا خاں کی نعت کو پرکھنے کی کاوش دکھائی دیتی ہے۔ فنِ شاعری کے علاوہ مصنف نے اس جائزے مین ان تمام علوم و فنون کی مبادیات کو بھی شامل کیا ہے جن کی جھلک مولانا کے کلام میں جابجا موجود ہے۔ اس مبسوط اور تفصیلی مطالعے کے نتیجے میں آخری باب میں مصنف مولانا کے نعتیہ کلام کے بارے میں یہ رائے قائم کرتے ہیں:

”زبان و بیان پر رضا کا عبور، طرزِ ادا کی رنگینی، معنیٰ آفرینی، نادرہ کار تشبیہات، لطیف اشارے وکنایے، سیماب صفت الفاظ، رقصاں وتاباں صنعتیں، تجسیم وصورت گری، علامت نگاری وغیرہ وہ خوبیاں ہیں جو ایک سچی اور بڑی شاعری کی جان ہوتے ہیں۔ ان ہی اوصاف اور رضا کے تبحرِ علمی نے ان کے جوہرِ عشق کو انگیز کر کے ان کی شاعری کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ نعت میں اس طرح کا رچاؤ اور تغزل کا رنگ پیش کرنا وہ بھی فنِ نعت کے تمام حدود و قیود کے دائرے میں۔ آپ کی تخلیقی استعداد اور قوتِ شاعری کا ہی ثمرہ ہے۔“ (ص: ۶۵۱)

اب بعض باتوں کی جانب اس خیال سے اشارہ کیا جاتا ہے کہ یہ ایک تحقیقی نوعیت کی کتاب ہے اور ایک عبقری شخصیت کے ایک اہم پہلو پر پی۔ایچ۔ڈی کی سند کے مقصد سے ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے۔ مقالہ نگار نے مآخذ و مراجع کے ذیل میں ۲۰۰ سے زائد کتب و رسائل کا اندراج کتابیات کی صورت میں فراہم کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر باب کے آخر میں بھی مآخذ کی فہرست فراہم کی گئی ہے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ان ذیلی مآخذ میں سے بہت سی کتابوں کا اندراج حتمی فہرست یا کتابیات میں نہیں کیا گیا۔ اگر یہ اہتمام کر لیا جاتا تو مکمل کتابیات میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا کیوں کہ یہ تو سامنے کی بات ہے کہ ایک تحقیقی تصنیف کے معیار کا اولین اندازہ مآخذ کی مقدار و معیار سے ہی لگایا جاتا ہے۔ اشاعتی ادارے کے سربراہ کی جانب سے لکھی گئی تحریر ”سخن ہائے گفتنی“ میں زیرِ تبصرہ کتاب کی قدر و اہمیت کا بیان کرتے ہوئے محقق کو ”جدید تحقیق کی تیکنیک“ سے بخوبی واقف قرار دیا گیا ہے لیکن اندراجات کا غیر سائنسی انداز اس بیان کو تسلیم کرنے میں مانع ہے۔ مقالہ نگار کو بنیادی اور ثانوی مآخذ کی تمیز تو ہے، لیکن کتابیات میں اس سلیقے کو برتنے سے اجتناب روا رکھا گیا ہے۔ اندراجات مصنف وار کے بجائے کتاب وار درج کیے گئے ہیں مگر مکمل تفصیلات فراہم نہیں کی گئیں۔ کہیں ابواب کے بعد دی گئی ترتیب میں سنین اور ناشر کو نظر انداز کیا گیا ہے اور کہیں بنیادی کتابیات میں اس سے گریز کیا گیا، کہیں بین المتن درج کیے گئے حوالوں میں مکمل فہرست دی گئی ہے؛ لیکن کتابیات میں اس سے گریز کیا گیا۔ اخبارات و رسائل سے استفادے کی صورت میں بھی کتابیات میں صرف رسالے کا نام اور سنِ اشاعت ہی درج کیا گیا، مضمون نگار اور شمارہ نمبر کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

اگرچہ اردو دنیا اب تک رسمیاتِ تحقیق کے عالمی معیارات سے زیادہ مانوس نہیں لیکن یہاں جن کمزوریوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ بڑی بنیادی نوعیت کی ہیں کم از کم اشاعت سے قبل اس زاویے سے نظرِ ثانی کر لی جاتی تو بہتر ہوتا۔ مصنفین اور اشاعتی اداروں کے لیے یہ غور کا مقام ہے کیوں کہ ایک اچھی علمی اور تحقیقی نوعیت کی کتاب میں اس نوع کی کوتاہیاں سنجیدہ اور باذوق قارئین کو مایوس ہی کرتی ہیں۔ اس صورت میں یہ عمل اور سنگین ہو جاتا ہے جب حروف خوانی میں بھی دقتِ نظر سے کام نہ لیا گیا ہو۔ زیرِ نظر کتاب میں حوالوں کے بین المتن اندراجات مقابلتاً بہتر انداز میں پیش کیے گئے ہیں، لیکن اکثر کلیات و دواوین کی صورت میں مکمل معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔(ص: ۱۴۴؛ ۱۴۷ وغیرہ) بعض مشہور کتابوں کے نام کتابت کی

غلطی سے کچھ سے کچھ ہوگئے۔ مثلاً ظفر علی خان کا مجموعہ ''حبسیات'' ص ۱۴۸ پر حسیات پڑھا جاتا ہے۔

جہاں تک ہمارے علم میں ہے زیرِ نظر کتاب کے مسودے کی عکسی نقل ایک طویل عرصے سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے کتب خانے میں اشاعت کی غرض سے محفوظ تھی۔ ۲۰۰۳ء میں مذکورہ مسوّدے کو ایک بار دیکھنے کا موقع ملا تھا، اسی وقت اس مسوّدے کے حروف مدھم پڑ چکے تھے۔ اگر کمپوزنگ اسی مسوّدے سے کی گئی ہے تو پروف خوانی میں مزید دقتِ نظر کی ضرورت تھی۔ اس امر میں تساہل نے ایک اچھی کتاب کا تاثر مجروح کیا ہے۔

عام طور پر مقالے کا خلاصہ جامعات کی تیکنیکی ضرورت کے تحت شامل کیا جاتا ہے کتابی صورت میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ اظہارِ تشکر کو دیباچے کا حصہ بھی بنایا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک تحقیقی کتاب میں رسمی نوعیت کی تقریظ، تاثرات اور پیش لفظ سے احتراز کیا جاتا تو اور بہتر ہوتا۔ (جس اشاعتی ادارے یعنی ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے یہ کتاب شائع کی ہے یہ مضامین اگر اس کے نمائندہ مجلے ''معارفِ رضا'' میں شائع ہوتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔)

کتاب معمولی کاغذ پر شایع ہوئی ہے۔

ملک العلما

تبصرہ نگار: مولانا عبد المالک مصباحی

نام کتاب: ملک العلما
مرتب: علامہ ساحل شہسرامی
ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی
سال اشاعت: ۲۰۰۶ء
صفحات: ۲۸۸
قیمت: ۱۵۰ روپے

مجددِ اسلام امام اہلِ سنّت محدث بریلوی کے بحرِ علم سے صدف چینی کرنے والوں میں ''فاضل بہار''، ''ملک العلما'' حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری کا نامِ نامی اسمِ گرامی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و تابندہ ہے۔ افکار وتعلیمات رضا کی نشر واشاعت میں آپ نے جو کلیدی کردار ادا کیا ہے اسے اگر کوئی دانستہ نظر انداز کرے تو کیا کرے، مگر جماعتی تاریخ کے سینے پر ان کے نقوش اتنے گہرے ہیں کہ ان کی زریں خدمات کا اعتراف کیے بغیر ہندوستان میں اہل سنّت وجماعت کی تاریخ مرتب اور مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت ملک العلما کی پوری زندگی جماعتی سرفرازی اور ملی سربلندی سے عبارت ہے۔ نیز انہیں اپنے استاذِ گرامی اور مرشدِ طریقت سے صرف لگاؤ اور محبت ہی نہیں، بلکہ عشق تھا۔ علمِ جفر وتکسیر، ہیئت وتوقیت، ردو مناظرہ اور فقہ وحدیث میں آپ نے مجددِ اسلام کی شاگردی اور نیابت کا جو حق ادا کیا، وہ آپ ہی کا حصّہ ہے؛ مگر حیرت بھی محوِ حیرت ہے ہماری اخلاقی حساسیت پر، کہ ایک ایسے دور میں جبکہ لوگ زخارف کو جواہر اور اپنی بوسیدہ کٹیا کو شیش محل بتا کر اربابِ علم ودانش کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنے زرِ خالص کو بھی پیش کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں اور طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر اپنی غفلتوں پر پردہ ڈالتے چلے آرہے ہیں۔ اسلام کے سچے وارثین کی حیثیت سے ہمارے سرد خانوں میں اتنے علمی جواہر پارے موجود ہیں کہ اگر انہیں کسی شوروم میں رکھ دیا جائے تو عقلائے زمانہ کی نگاہیں خیرہ اور اصحابِ دانش کی نکتہ آفرینیاں ششدر رہ جائیں۔ مجدّدِ ملت سمیت تمام اکابرین اہل سنت کے علمی ذخیروں کی اشاعت کی اگر سنجیدہ کوشش کی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سہولت آمیز دور میں یہ کام کوئی بہت زیادہ مشکل نہیں ہے اور اس کے جو دور رس اثرات مرتب ہوں گے اہل بصیرت سے اس کے فوائد مخفی نہیں۔ مگر ہائے افسوس ---

مولانا مفتی ارشاد احمد مصباحی ساحؔل سہسرامی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے فارغ التحصیل فاضل ومفتی ہیں۔ قدیم وجدید علوم سے گہری شغف اور دلچسپی نے ان کی فکر کو تابندہ اور قلم کو سیال بنادیا ہے۔ ان کی تحریر تحقیقی مزاج کی غماز اور تعمیری روش کی عکاس ہے۔ جس سرعت وبرق رفتاری سے ان کی فکری کاوشیں زینتِ قرطاس بنتی جارہی ہیں، اگر وہ تمام زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرعام پر آجائیں تو یقیناً وہ اپنے ہم عصر حاضرین پر سبقت لے جائیں گے۔ دیگر موضوعات کے علاوہ سوانحی ادب پر بھی انہیں خاصا عبور ہے۔ موضوع سے متعلق تمام گوشوں کو اجاگر کرنا اور نہایت باریکی سے قیمتی معلومات فراہم کرنا ان کی تحریر کا خاصّہ ہے۔ سادگی میں پرکاری، اختصار میں جامعیت نیز سلاست وروانی کے ساتھ الفاظ کی ترتیب، تراکیب کی موزونیت اور معانی کی ہم آہنگی کی وجہ سے ان کی تحریریں بڑی پاکیزہ، ستھری، نکھری اور بھلی لگتی ہیں۔

حضرت ملک العلماء، جن کی شخصیت عرصۂ دراز تک گوشۂ گمنامی میں پڑی رہی حالانکہ ان کے شاگردوں میں ایک سے بڑھ کر ایک ماہر فن اور صاحبِ کمال ہیں؛ مگر ان حضرات نے کبھی سنجیدگی سے اپنے محسن کے تعارف کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے اگر اس پہلو پر غور کیا ہوتا تو آج ملک العلما کی شخصیت صرف اہلِ علم ہی نہیں، بلکہ عوام میں متعارف ہوتی اور ان کی علمیت، قابلیت اور صلاحیت کالوہا اپنوں کے علاوہ بیگانوں کے دلوں پر بھی منقش ہوتا، مگر اس حقیقت کا بھی علمی انطباق ہونا تھا کہ شب تاریک ہی کی گود سے سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے۔ مولانا ساحلؔ سہسرامی، اسی سپیدہ سحر کی طرح افق عالم پر چمکے اور حضرت ملک العلما کی شخصیت کو متعارف کرانے میں لگ گئے۔ وقتاً فوقتاً حضرت ملک العلما کی شخصیت اور فکر وفن کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کے لیے مضامین لکھ کر اہل محبت کے لیے سرمۂ نظر اور اہلِ علم کے لیے سامانِ تسکین وبصیرت فراہم کرتے رہے۔ انہیں مضامین کا مجموعہ کتابی شکل میں ''ملک العلما'' کے نام سے میرے مطالعے کی میز پر ہے۔

کتاب کی ابتدا ''پیش گفتار'' سے ہوتی ہے جو تحریرِ دل پزیر ہے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی) کے صدر فخر اہلِ سنّت علامہ سیّد وجاہت رسول قادری کی۔ اس کے بعد امینِ ملت ڈاکٹر سیّد امین احمد مارہروی کی ''تقریظ'' تاج الشریعہ حضور ازہری میاں قبلہ مد ظلہ کے ''کلمات تکریم''، علامہ سید شاہ غلام مصطفی احمد منعمی گیا کی ''تقدیم'' اور مفتی مطیع الرحمن صاحب رضوی کی ''رائے گرامی'' کے بعد خود مقالہ نگار کی تحریر ''اپنی بات'' اور پھر اس کے بعد ملک العلما کے نبیرہ طارق مختار صاحب کی کدوکاوش ''ملک العلما، ماہ وسال کے آئینے میں'' زینتِ کتاب ہے۔ ان تمام کے بعد فہرستِ مضامین اور پھر صفحہ ۲۸ سے اصل کتاب شروع ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب آٹھ مقالات پر مشتمل ہے۔ جن میں سے سات مقالات کے ذریعے حضرت ملک العلما کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جبکہ آٹھواں اور آخری مقالہ ملک العلما کے گرامیِ منزلت صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد کی شخصیت اور فکر وفن پر روشنی ڈالتا ہے۔ پندرہ صفحات کا یہ مضمون اگرچہ پروفیسر صاحب کی گراں قدر شخصیت کا ابتدائیہ بھی نہیں تاہم مقالہ نگار نے بڑی خوشی کے ساتھ آپ کی شخصیت کا اشاریہ قلم بند کردیاہے۔ آپ کی تعلیمی اسناد تدریسی خدمات اور عالمی جامعات و ادارات سے آپ کے تعلقات کا تذکرہ کرنے کے بعد ساحل صاحب نے ایک پیراگراف میں پروفیسر صاحب کا تعارف جس عقیدت وخلوص سے کیاہے اسے آپ بھی پڑھ کر شاد کام ہو لیجیے۔ ''پروفیسر مختار الدین احمد اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔ اضافی شرف کے ساتھ ذاتی خوبیوں کے بھی پیکرِ جمیل، خلیق، متواضع، ادب دوست، ادب آشنا، شفیق ومہربان، اہلِ علم کے رہنما، اہلِ ذوق کے دل دادہ، ہنس مکھ اور ظریف، متین و بردبار، فہیم وباوقار، رواں دواں دل چسپ انداز گفتگو کے مالک ایک علمی بزرگ ہیں۔''

کتاب کاپہلا مقالہ ''ملک العلما۔ جامعِ کمالات شخصیت'' چھیالیس صفحات پر کتاب کے صفحہ ۲۸ سے صفحہ ۳۷ تک پھیلا ہوا ہے۔ جس میں ساحل صاحب نے حضرت ملک العلما کی سدابہار، متنوع اور عبقری شخصیت کو بڑی جامعیت کے ساتھ قلم بند کیاہے۔ کسی بھی شخصیت کے تعارف کے جو اجمالی گوشے ہوسکتے ہیں انہوں نے ان تمام کو حیطہ تحریر میں لاکر تشنگی بجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

دوسرامقالہ چونیتس صفحات کا ''ملک العلما اور مارہرہ مطہرہ'' کی سرخی سے موجود ہے، جو کتاب کے صفحہ ۷۴ سے صفحہ ۱۰۷ تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت ملک العلما کے مرکزِ عقیدت مجدّدِ ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تھے اور آپ کا رشتہ برکاتِ مارہرہ مطہرہ سے پیوستہ تھا۔ جو صدیوں سے سرزمینِ ہند پر بحرِ جود وسخا اور کانِ حسنات وبرکات و ہدایات بن کر اہلِ ایمان کو صلابتِ دینی اور گم گشتگانِ راہ کو ہدایت عطا کر رہاہے۔ اس مقالے میں مارہرہ مطہرہ کے دوبزرگوں کا خصوصی تذکرہ اور ملک العلما کے نام ان کے خطوط شائع کیے گئے ہیں۔ پہلی گرامی منزلت شخصیت ہے تاج العلما اولادِ رسول سید شاہ محمد میاں قادری (۱۳۰۹۔۱۳۷۰) جن کے ۱۶ر خطوط شاملِ مقالہ ہیں اور دوسری عظیم المرتبت شخصیت ہے سید العلما سید حکیم شاہ آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی (۱۳۳۳۔۱۳۹۴) جن کے آٹھ خطوط زینتِ کتاب ہیں۔ یہ تمام خطوط چشم کشا اور بصیرت آموز ہیں۔ ان خطوط کے مطالعے سے اندازا ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا کیسا پرزور جذبہ رکھتے تھے اور ان کے دل ملی، مسلکی اور مذہبی معاملات میں کتنے حساس تھے۔ خاص طور سے تاج العلما کے خطوط سے میں ذاتی طور پر کافی متاثر ہوا۔ ان خطوط سے ان کی خداترسی اور حساس ذمّے داری کی جو کیفیت ظاہر ہوتی ہے وہ بصیرت آموز بھی ہے اور نصیحت آمیز بھی۔ اس راہ کے مسافروں کے لیے قابلِ تقلید بھی ہے اور غافلوں کے لیے تازیانۂ عبرت بھی۔ بطور استشہاد چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

ملک العلما کی تصنیف ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' شائع ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی اور تاج العلما کو اسے دیکھنے کا جذبہ اور اپنے پاس رکھنے کی تمنّا تھی۔ اس لیے آپ نے ملک العلما سے وہ کتاب منگوائی، اس کی اطلاع دیتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں: ''اب تک اصل کتاب کے تقریباً ۹۰ صفحات نقل ہو چکے ہیں۔۔۔ آپ کو اگر اس کی واپسی جلد درکار ہے تو جب بھی تحریر فرمائیں خواہ نقل تمام ہوئی ہو یا نہ میں واپس حاضر کردوں گا۔'' (صفحہ ۹۰)

حضرت تاج العلما کی صدارت میں مارہرہ مطہرہ سے ''اہلِ سنّت کی آواز'' نام سے ایک رسالہ

نکالنے کا اعلان ہوا۔ حضرت ملک العلما نے پیشگی اس کی رقم بھیج دی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ''آپ کے روپے بمد امانت جمع ہیں۔ خدانخواستہ رسالہ نہ شائع ہو سکا تو امید منقطع ہونے پر واپس کردوں گا۔'' اللہ اللہ! یہ ہے بزرگوں کا ورع، جس پر عوام تو عوام خواص بھی وارے نیارے ہوا کرتے تھے اور آج عالم یہ ہے کہ اگر رسالہ بند ہوجائے تو ممبران کی گاڑھی کمائی، بحق مدیر محفوظ ہوکر چارہ جوئی سے مستغنیٰ سمجھ لی جاتی ہے اور پیسے تو پیسے بعض حضرات تو مضامین ومقالات پر اپنا تسلط قائم کرلیتے ہیں۔ ایک بہت بڑے قلم کار اور بہت مشہور ایڈیٹر صاحب ایک ''عظیم ہستی'' سے میری چھ سالہ جاں فشانیوں کا ایک پر مغز مقالہ ''امام احمد رضا سے استفتا کرنے والے علما اور ان کا تعارف'' اپنے رسالے میں قسط ار شائع کرنے کے وعدے پر دہلی لے گئے۔ رسالہ بند ہوگیا۔ کئی مرتبہ دہلی کی خاک چھاننے کے باوجود تا ہنوز میری آنکھیں اسے دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔

تیسرا مقالہ ''ملک العلما اور علماءِ سہسرام'' کے عنوان سے ستر (۷۰) صفحات پر کتاب کے صفحہ ۱۰۸ سے صفحہ ۱۷۸ کو محیط ہے۔ حضرت ملک العلما ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۲ء میں سیّد شاہ ملیح الدین احمد صاحب، سجادہ نشیں خانقاہ کبریہ کی فرمائش پر پٹنہ سے سہسرام تشریف لے گئے۔ اس وقت سہسرام کی دھرتی پر علوم وفنون کے ایسے ایسے آفتاب ومہتاب جلوہ گر تھے جن کی علمی جولانیت اور فکری ضوفشانیاں بہار وہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند بھی اپنی روشنی بکھیر رہی تھیں۔ فاضلِ مقالہ نگار نے اس مقالے میں ان بارہ نفوسِ قدسیہ کا اجمالی مگر وقیع سوانحی خاکہ پیش کیا ہے، جن سے حضرت ملک العلما کے مراسم بڑے گہرے ومستحکم تھے۔ اس مقالے کے اخیر میں آٹھ صفحات پر مشتمل ایک وضاحتی تحریر ''استدراک و اضافات'' کے نام سے موجود ہے جو اصل میں پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کی تحریر ہے۔ پروفیسر صاحب کی تحریر سہسرام اور اس کے گردونواح نیز ملک العلما کے آبائی وطن کے تعلق سے بڑی پر مغز اور معلومات افزا ہے۔ چند صفحات میں انہوں نے تاریخ کے جن حقائق کو زینتِ قرطاس کیا ہے وہ انہیں کا حصّہ ہے۔

چوتھا مقالہ ملک العلما کے چند احباب کے نام سے ہے جس میں چار حضرات حضرت سید شاہ حسام الدین منعمی (۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء ،وصال ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء)، صدر الشریعہ مفتی امجد علی قادری (۱۲۹۶ھ، ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) ایک گمنام مارہروی بزرگ اور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی (وصال ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء) کا ذکرِ جمیل ہے۔ حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے بارے میں مقالہ نگار لکھتے ہیں: ''حضرت حافظِ ملّت حضرت ملک العلما کے احباب میں نہیں، اصاغر میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ صدر الشریعہ اور مولانا سید وصی سہسرامی وغیرہ کے شاگرد ہیں جو ملک العلما کے احباب تھے۔''

پانچواں مقالہ ''علمِ توقیت میں ملک العلما کے ایک شاگرد علامہ عبد الرؤف بلیاوی ---'' کے عنوان سے سات صفحات پر مشتمل ہے، جس میں حضرت علامہ بلیاوی کی شاگردی اور ملک العلما کے تعلقات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

چھٹا مقالہ ''ملک العلما اور ان کے فتاویٰ'' کی سرخی سے موسوم ہے جو کتاب کے صفحہ ۱۹۷ سے صفحہ ۲۴۹ یعنی ترپن صفحات کو محیط ہے۔ یہ مقالہ فاضل مقالہ نگار کے علمی جوبن کا نکھار ہے جو دراصل ملک العلما کے مجموعۂ فتاویٰ (جس کے مرتب بھی مقالہ نگار ہی ہیں) کی ابتدا میں صاحبِ فتاویٰ کے تعارف اور مختلف علوم وفنون بالخصوص فقہ وحدیث اور قرآن وتفسیر میں یدِ طولیٰ کے اظہار کے لیے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ مجموعۂ فتاویٰ میں شائع ہوکر اہلِ علم اور اربابِ دانش سے خراجِ تحسین حاصل کرچکا ہے۔ اس مقالے سے جہاں حضرت ملک العلما کی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے وہیں مقالہ نگار کی فقہی معلومات اور رسمِ افتا کی باریکیوں پر ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایسی ہی پر مغز اور باوقار تحریریں مقالہ نگار کو نئی نسل کے قلم کاروں میں ممتاز مقام عطا کرتی ہیں خلاصۂ کلام یہ کہ مقالہ بڑی جاں فشانیوں کا عطر مجموعہ ہے۔ جو بغور پڑھے جانے کے لائق ہے بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر مقالہ نگار کچھ اور مواد شامل کرکے اسے الگ سے کتابی شکل میں شائع کردیں تو فقہ و افتاء کے غواصوں کے لیے ایک انمول تحفہ اور بیش بہا سرمایہ ثابت ہوگا۔

ساتواں مقالہ ''ملک العلما کی ایک تصنیف۔ اسلامی نظریۂ موت'' ہے جو صفحہ ۲۵۰ سے صفحہ ۲۵۶ پر موجود ہے۔ ''سرور القلب المخزون فی الصبر عن نور العیون'' جو ملک العلما کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس کا تسہیلی نام ''اسلامی نظریۂ موت'' ہے، یہ کتاب کہاں اور کیسے لکھی گئی نیز مقالہ نگار کے ہاتھ کیسے لگی اور پھر کن مراحل سے گزر کر اہلِ ذوق کے لیے باعثِ تسکین بنی یہ مضمون اسی کی روداد ہے۔

آٹھواں اور کتاب کے آخری مقالے کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ کتاب کے اخیر میں تقریباً چار صفحات پر ''لاؤڈ اسپیکر کے متعلق ملک العلما کا فتویٰ'' مندرج ہے اور سب سے اخیر میں دو صفحات کی کتابیات۔

حضرت ملک العلما کی کوہِ پیکر شخصیت کے بیشتر گوشے ہنوز تاریکی میں ہیں۔ ساحل صاحب کے مقالات چونکہ کتاب میں تسلسل کے ساتھ نہیں لکھے گئے ہیں۔ اس لیے تمام مقالات پڑھنے کے بعد بھی ممدوح مکرم کے جلووں کی جھلک ہی دکھائی پڑتی ہے؛ کوئی بھی پہلو کماحقہ اجاگر نہیں ہو پایا ہے اور تشنگی باقی ہے۔ اس لیے ساحل صاحب کی اس پوری جدوجہد کو بہترین کاوش کے ساتھ اربابِ فکر وفن کے لیے محرک کی حیثیت سے دیکھا جانا چاہیے اور چراغ سے چراغ جلاکر حضرت ملک العلما کی شخصیت پر خاطر خواہ کام کرنے کی طرف توجہ دی جانی چاہیے۔

"خطوط" ایک ایسا آئینہ ہے جس سے کاتب و مکتوب الیہ نیز احوالِ زمانہ کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ شخصیت کے خدوخال کو بڑی شفافیت کے ساتھ مختلف زاویوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ بالغ نظر اور قومی وملی درد رکھنے والے حضرات کے خطوط کی روشنی میں اس پورے عہد کی تاریخ کا سرسری جائزہ لیاجا سکتا ہے۔ بلاشبہ حضرت ملک العلما کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو مسلکی، ملی اور مذہبی درد سے معمور تھا۔ قوم کی سرفرازی اور ملت کی آبرومندانہ زندگی کے لیے آپ ہمیشہ مرغ بسمل کی طرح تڑپتے رہے۔ جس کا واضح اشارہ آپ کے خطوط میں موجود ہے۔ آپ کے چند خطوط اس کتاب کی زینت ہیں، مگر اکثر حصّہ (میری معلومات کی حد تک) ہنوز تشنۂ طباعت ہیں۔ جو حضرت کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین صاحب کے پاس ہیں۔ اگر وہ شائع ہوجائیں تو اعلیٰ حضرت، ملک العلما نیز دیگر اکابرین کے تعلق سے کچھ نئے حقائق کا انکشاف ہوسکتا ہے۔ ساحل صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر سے راقم الحروف کو اس کا اندازہ ہوا۔ "---حضرت حجتہ الاسلام، سرکار مفتیِ اعظم اور حضرت صدر الافاضل کے مکاتیب بھی مطلوب تھے، لیکن پروفیسر صاحب انہیں دوسرے مشاہیر کے مکتوب کے ساتھ خود شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

زیرِ تبصرہ کتاب جہاں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے وہیں چند خامیاں بھی راہ پا گئی ہیں جو قاری کے لیے ذہنی خلجان اور تشویش کا باعث بنتی ہیں۔ مثلاً حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی دستار بندی ناگپور میں بتائی گئی ہے، جس کی عبارت یہ ہے: "بعض سازشی عناصر کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر جب حافظِ ملت ناگپور تشریف لے گئے تو مبارک پور کی بزمِ علم سونی ہوگئی۔ اس وقت آپ (علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ) بھی ناگپور تشریف لے گئے۔ جہاں علامہ ارشد القادری، مفتی ظفر علی نعمانی اور قاری مصلح الدین جیسے رفقائے درس کے ساتھ آپ کو دستارِ فضیلت سے نوازا گیا۔"(صفحہ ۱۹۲) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ علیہ الرحمہ کی دستار بندی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے ہوئی تھی۔ جیسا کہ مولانا قمر الحسن صاحب بستوی لکھتے ہیں: "الجامعۃ الاشرفیہ سے ۱۹۴۴ء میں فراغت کے بعد---" (سہ ماہی فیضانِ جمشید پور جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء، صفحہ ۳۶)۔ اس طرح حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی دستار بندی اجمیر مقدس سے بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت حافظِ ملت کی ابتدائی تعلیم دار العلوم منعمیہ میں ہوئی پھر دادول اور اجمیر مقدس میں صدر الشریعہ کے زیرِ سایہ تعلیمی مرحلہ اختتام کو پہنچا۔" (صفحہ ۱۸۸)۔ حالانکہ آپ کی فراغت دار العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف سے ہے۔ جیسا کہ علامہ بدر القادری لکھتے ہیں: "۱۳۵۱ھ میں دار العلوم منظرِ اسلام سے فراغت کے بعد مبارکپور کا مذہبی اکھاڑہ آپ کی صلاحیتوں کی پہلی آماج گاہ بنا۔" (حافظ ملت نمبر، جون تا اگست ۱۹۷۸، صفحہ ۲۴۷)

نیز مندرجہ ذیل تحریروں میں جو تضاد ہے وہ ظاہر ہے: "حضرت ملک العلما کی اہلیۂ محترمہ--- ملک العلما کے وصال سے چھ سال بعد دنیا سے رخصت ہوئیں اور درگاہ شاہ ارزاں میں شوہر کے پہلو میں دفن ہوئیں۔"(صفحہ ۵۴) تقریباً اسّی سال کی عمر میں--- اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے--- درگاہ شاہ ارزاں کے جوار میں محلہ شاہ گنج پٹنہ کے قبرستان میں اس گنجینہ سعادت کو سپردِ خاک کیا گیا" (صفحہ ۴۷)۔ مؤخر الذکر عبارت درست ہے۔

مکتوبات مسعودی

ڈاکٹر امجد رضا امجد

نام کتاب: مکتوباتِ مسعودی
مرتب: محمد عبدالسّتار طاہر مسعودی
ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی
سال اشاعت: ۲۰۰۵ء
صفحات: ۵۹۲
قیمت: ۴۰۰روپے

مکتوباتِ مسعودی ماہرِ رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری نور اللہ مرقدہ کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو رضویات کے حوالے سے انہوں نے مختلف طبقے کے افراد کو لکھے۔ اس مجموعے میں ۱۹۶۶ء سے ۲۰۰۴ء تک کے ۲۲۰ مکتوب الیہ کے ۱۰۱۷ خطوط جمع کیے گئے ہیں۔ مرتب صوفی مولانا عبد الستار طاہر ہیں جنہوں نے اس موضوع پر ۱۹۹۰ سے اب تک قابل ذکر کام انجام دیے ہیں۔ ۱۹۹۰ میں انہوں نے مکتوباتِ مسعودی کے جمع وترتیب کا کام شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مندرجہ ذیل کتابیں مرتب کرڈالیں:

(۱) امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز اور اس کا ارتقا (مسعودِ ملت کے مکتوبات کے آئینے میں)
(۲) مکتوباتِ مسعودی (رضویات کے حوالے سے)
(۳) ڈاکٹر مسعود احمد کے مکاتیب میں اظہارِ غم (مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی)
(۴) ڈاکٹر مسعود احمد کے اہم خطوط (کمپوز شدہ)
(۵) ڈاکٹر مسعود احمد کے مکاتیب میں ذکرِ مظہری

(مطبوعہ مظہر اسلام، لاہور)
(۶) جانشینِ مسعودِ ملت "مکتوبات مسعودی میں صاحبزادۂ مسعودِ ملت کا تذکرہ (مظہر اسلام، لاہور)
(۷) ملفوظاتِ مسعودی (ادارۂ مسعودیہ، کراچی)

اس فہرست سے صوفی عبد الستار طاہر صاحب کی محنت و محبت، جذبہ ولگن اور تحقیق و تجزیہ کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب "مکتوبات مسعودی" بھی ان کے پر خلوص جذبے اور اعلیٰ تحقیقی مزاج کا غماز ہے۔

مکتوباتِ مسعودی ۵۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع کے دو صفحات "عرض ناشر" کے عنوان سے صدرِ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی علامہ سید وجاہت رسول قادری نے لکھے ہیں جس میں انہوں نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ مکتوب نگاری کے فن، اصول اور زبان و بیان پر روشنی ڈالی ہے اور رضویات کے تعلق سے ان مکاتیب کی تاریخی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: "یہ کتاب ہمارے حال اور مستقبل کے محققین رضویات کے لیے نہ صرف ایک رہنما ہے بلکہ تاریخی تواتر میں ان تمام دشوار گزار مراحل کو بھی آشکار کرتی ہے جو اس میدان کی سیاحت کے دوران پیش آئے ہیں یہ منزل بہ منزل سفر رضویات کی ایک روداد ہے، ابلاغِ رضویات میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کی پر خلوص محنت اور مساعیِ جمیلہ کا آئینۂ زیبا ہے۔"

اس کے بعد "نشان منزل" کے عنوان سے علامہ منشا تابش قصوری کی ۴ صفحاتی تحریر ہے، جس میں عالمانہ انداز میں مکتوب نگاری پر قرآن و احادیث کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے اور کتاب پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس حسین کاوش پر مرتب موصوف کی تحسین کی ہے۔ نشانِ منزل کے بعد مرتب کا پر مغز اور محبت و عقیدت میں ڈوبا ہوا "ابتدائیہ" ہے جس میں مکتوبات کی جمع و ترتیب، اس کی اہمیت و افادیت اور مکتوب نگار سے اپنے عقیدت مندانہ تعلقات کا اظہار ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس مجموعۂ مکاتیب کی ترتیب سے ان کا مقصد شہرت و ناموری نہیں بلکہ اپنے پیر و مرشد کی خوشنودی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "ان تمام مساعی کی غرض و غایت یہی ہے کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور بس یہ فرمادیں کہ "فقیر تجھ سے بہت خوش ہے"۔ ابتدائیہ کے بعد صفحہ ۱۲ سے ۲۲ تک، ۲۲۰ مکتوب الیہ کی فہرست ہے اور اس کے بعد علمی فنّی ادبی روحانی سائنسی تاریخی مذہبی ملی تحقیقی تنقیدی خطوط کا عطر بیز اور مشکبار سلسلہ ہے جو صفحہ ۵۴۲ تک پھیلا ہوا ہے۔ آخر میں خطوط کے مآخذ و مراجع کی توضیحی فہرست ہے، جسے نمبر شمار، تاریخ مکتوب محررہ، مقام تحریر، مکتوب بنام، اور مقام ترسیل کی صراحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

حضرت مسعودِ ملت کے مکتوبات کا یہ مجموعہ ان کی تصانیف کی طرح امتیازی وصف کا حامل ہے۔ جس میں علم کا جمال، اخلاق کی خوشبو، عشق کا بانکپن، مسلک کا درد، ملت کی تڑپ، تحقیق و تنقید کی شان، ادب کا حسن، زبان کی لطافت، بیان کی چاشنی اور اسلوب کی انفرادیت سبھی کچھ موجود ہے۔ مکتوبات کا یہ مجموعہ یک موضوعی ہوتے ہوئے بھی جس مقناطیسیت کی حامل ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت مسعودِ ملت سلسلہ نقشبندیہ کے صوفی صافی بزرگ تھے۔ پیشہ کے اعتبار سے اسکول اور کالج کے استاذ اور پروفیسر رہے، لیکن اپنی وضع قطع ہمیشہ اسلامی رکھی، سنتوں کے پابند رہے اور دوسروں کو بھی تا حیات قولاً و عملاً اسی کا درس دیا۔ دیکھنے والوں نے انہیں دیکھ کر اپنی اصلاح کی اور ان کی کتابوں نیز مقالات و مضامین سے بھی وہی تاثر حاصل کیا۔ سچ ہے اللہ والے آنکھوں کے راستے دل میں اتر جاتے ہیں اور ان کے قرب کی خوشبو خدا کے تقرب کا احساس دلاتی ہے۔

حضرت مسعود ملت ۱۹۶۹ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت اور کارنامے کی طرف متوجہ ہوئے اور ہمیشہ کے لیے اسی موضوع کا ہو کر رہ گئے۔ اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں، مقالات و مضامین لکھے اور سیکڑوں خطوط لکھ کر دنیا بھر کے اسکالروں کو اس طرف متوجہ کر دیا۔ وہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ایک بین الاقوامی تحقیقی ادارہ ہے۔ تعجب ہے کہ اس کے ڈائریکٹر امام احمد رضا سے واقف نہیں۔ علمی دنیا کا یہی حال ہے۔ لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ کا پروفیسر ڈاکٹر بلیلان جس نے ۶۰ سال اسلامیات پر تحقیق کی، لیکن امام احمد رضا کے نام تک سے واقف نہ تھا۔ فقیر کی تحریک پر اس نے مطالعہ کیا اور اب بین الاقوامی کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے مقالوں میں امام احمد رضا کا حوالہ دیتا ہے اور بہت ہی متاثر ہے۔۔۔ اسی طرح امریکہ میں اہلِ علم بے خبر تھے، اب ڈاکٹر اوشاسانیال نے امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کر لیا ہے۔ یہی حال یورپ کا تھا، اب پروفیسر غیاث الدین قریشی ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور انگریزی محققین امام احمد رضا کے حوالے دے رہے ہیں، پوری دنیا میں جہاں کام ہو رہا ہے، فقیر کا رابطہ ہے۔"

یہ اعترافِ حقیقت ہے کہ اگر مسعود ملت نہ ہوتے تو اپنوں کی بے اعتنائی اور مخالفین کی منظم سازش نے جس طرح امام احمد رضا کو قصۂ پارینہ بنا کر چھوڑیا تھا پھر دوبارہ وہ کتب و رسائل اور اخبار و جرائد میں نظر نہ آتے، نہ رضویات کی بزم سجتی اور نہ ماہرِ رضویات کی اصطلاح عام ہوتی۔ اس ایک فرد نے امام احمد رضا کے افکار، ان کی تعلیمات، ان کے مشن اور ان کے علمی کارنامے کو موضوع بنا کر "رضویات" کو ہمیشہ کے لیے زندہ تابندہ کر دیا۔ اس ایک چراغ سے آج اتنے چراغ

جل چکے ہیں جن کی روشنی انشاء اللہ کبھی مدھم نہیں ہوگی۔ خود مسعود ملت اپنے مکتوب محررہ ۲ فروری ۱۹۹۵ میں ایک جگہ لکھتے ہیں ''الحمد للہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر ۲۵ سال کام کیا اب بہت سے قلم کارپید اہو گئے ہیں؛ انشاء اللہ کام اب رکے گا نہیں۔'' (مکتوبات مسعودی ص، ۱۷۵)

مکتوبات انسان کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان کے ذریعے انسان کے شعور وتحت الشعور کا پتالگایاجاسکتا ہے اور لگایا جاتا رہا ہے، اگر اس روشنی میں مکتوباتِ مسعودی کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو اس میں متنوع موضوعات نظر آئیں گے اور اس میں مسعودِ ملّت کی شخصیت ان کا عقیدہ و مسلک، ان کا علم وتجربہ، طریقِ دعوت و تبلیغ' رضویات کے فروغ ارتقاکے لیے عزائم اور عملی جد وجہد قوس قزح کی طرح ہر صفحہ پہ جھلملاتی اور مسکراتی نظر آئے گی۔

''مکتوباتِ مسعودی'' معلومات کا خزانہ ہے، یہ فروغ رضویات کی عہد بہ عہد داستان بھی ہے اور اس سے جڑے افراد کے تذکرے کا دلکش مجموعہ بھی، اس میں مسعودِ ملت کی ''عشق رضا'' میں فنائیت کی دلکش، دلربا، دلنواز باتیں بھی ہیں اور ''رضویات'' پر عالمی سطح پر ہونے والے تحقیقی کاموں کا اشاریہ بھی، نمونے کے طور پر مکتوباتِ مسعودی میں پیش کردہ ان کے بعض نظریات کو ذیلی سرخیوں کے ساتھ ملاحظہ کریں۔

عشقِ رضا میں فنائیت: مکتوباتِ مسعودی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فنافی الرضا تھے، انہیں امام احمد رضا کی شخصیت، ان کے مشن، ان کی تعلیمات اور ان کی تحریکات سے پیار تھا، ان کے خلفا، مریدین، محبین، متعلقین سے خاص انسیت تھی؛ ان کے شہر سے محبت اور ان سے منسوب ساری اشیا سے قلبی لگاؤ تھا۔ ان کے اس جذبے کو ذیل کی تحریروں میں دیکھا جاسکتا ہے:

* مولائے کریم کا کرم ہے کہ کام لے رہا ہے۔ ورنہ احقر کسی لائق نہیں۔ (۱۷۳)

* اعلیٰ حضرت کے کام میں غیبی امداد شامل رہتی ہے۔ یہ احقر کا ذاتی تجربہ ہے۔ (۱۷۴)

* الحمد للہ عالم گیر پیمانے پر کام ہو رہا ہے، اعلیٰ حضرت پر لکھنا سعادت کی بات ہے۔ (۱۵۳)

* بے شک اعلیٰ حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ تھے۔ (۱۴۸)

* امام احمد رضا پر عقیدت ومحبت کے ساتھ جس نے قلم اٹھایا محروم نہ رہا۔ (۱۸۲)

* بعض افراد اس خیال کے حامی نظر آتے ہیں کہ امام احمد رضا کے افکار وخیالات کو ہدفِ تنقید بنانے میں حرج نہیں۔ فقیر سے ایک عالم نے فرمایا کہ امام احمد رضا کے فکر وخیال کو حرفِ آخر سمجھنا تشویش ناک ہے۔ ایک طبقہ اس خیال کو عام کر رہا ہے۔ یہ انتشار کی ایک نئی تدبیر ہے غالباً اس کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔ علم وفضل میں جو امام احمد رضا سے بڑا یا کم از کم برابر ہو یہ حق اس کو پہنچتا ہے کہ وہ اختلاف کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انتشارِ فکر ونظر سے بچائے۔ آمین۔ (۳۷۳)

* مسلک اہل سنت کا کام اعلیٰ حضرت ہی کا کام ہے آپ اس کو الگ نہ سمجھیں۔ (۱۸۶)

* یہ احقر اجمیر شریف تو حاضر ہو چکا ہے، مگر بریلی شریف حاضر نہ ہوا، بہر کیف قلبی تعلق ہے اور یہی اصلی تعلق ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کی دو نشانیاں ہیں: ایک حضرت مفتی اعظم اور دوسرے مفتی برہان الحق جبل پوری (رضی اللہ عنہما)

* مخالفین ذکرِ رضا سے پریشان ہیں۔ (۴۹۷)

* کام بہت ہیں وقت بہت تھوڑا۔ (۲۷)

* پروفیسر انعام الحق کو لکھتے ہیں: ''امام احمد رضا بریلوی پر فقیر کا ایک مقالہ ہے۔ اگر آپ فارسی میں ترجمہ فرمادیں تو ممنون ہوں گا۔ اس وقت افغانستان اور ایران میں امام احمد رضا کے تعارف کی ضرورت ہے۔ آپ بھی خدمت میں حصّہ لیں۔''

* آرزو صاحب کے لیے لکھتے ہیں: ''الحمد للہ وہ ہم فقیروں پر کرم فرماتے ہیں علامہ محمد ظفر الدین علیہ الرحمہ کی نشانی ہیں، ہمارے لیے قابلِ احترام ہیں۔ (۷۱)

امام احمد رضا پر تحقیقات: حضرت مسعود ملت نے امام احمد رضا کی شخصیت اور کارنامے سے متعلق جو کتب ومقالات لکھے وہ تو ان کا کارنامہ ہی ہے۔ ان کے علاوہ بھی جو کام اب تک رضویات کے حوالے سے ہوئے، ان کا بھی تعلق کسی نہ کسی صورت میں مسعودِ ملت سے ہے کہ اس میں ان کا مشورہ اور ان کا تعاون ضرور شامل ہے، ذیل میں رضویات پر تحقیقی کام سے متعلق ان کے منتخب کردہ چند عناوین اور اس کے ذیلی خاکے ملاحظہ کریں:

* مقدمہ۔ مغلیہ سلطنت کا عروج وزوال، حضرت مجددِ الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کی اصلاحی مساعی

پہلا باب۔ انقلاب ۱۸۵۷ء اور پاک وہند میں سیاسی ومعاشی تبدیلیاں

دوسرا باب۔ مسلم سوسائٹی پر انقلاب کے اثرات

تیسرا باب۔ سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء کا اصلاحی کردار واصلاحی ادب

چوتھا باب۔ مذہبی، سیاسی، معاشرتی تبدیلیوں کے خلاف احمد رضا کا شدید ردِّ عمل

پانچواں باب۔ احمد رضا کی ہمہ جہت اصلاحی مساعی واصلاحی ادب

چھٹا باب۔ مذہبی اصلاحی ادب

ساتواں باب۔ سیاسی اصلاحی ادب

آٹھواں باب۔ معاشرتی اصلاحی ادب

نواں باب۔ معاشیاتی اصلاحی ادب

دسواں باب۔ سائنسی اصلاحی ادب

گیارھوں باب۔ تعلیمی اصلاحی ادب

بارھواں باب۔ شعری اصلاحی ادب

تیرھواں باب۔ اصلاحی ادب میں فتاویٰ رضویہ کا مقام

چودھواں باب رسائل کا اجرا (الرضا، یادگار رضا)
پندرھواں باب۔ احمد رضا کی اصلاحی تحریک کی نوعیت واہمیت
سولھواں باب۔ احمد رضا کی اصلاحی تحریک کے ہمہ گیر اثرات
سترھواں باب۔ حاصل کلام
مآخذومراجع۔اشاریۂ رجال۔اشاریۂ اماکن"

* (۱) احمد رضاخاں بریلوی کے اردو خطوط کی علمی، ادبی اور سیاسی اہمیت
* (۲) احمد رضاخان بریلوی کی اردو شاعری میں محاورات کا استعمال
* دیوبندی اور بریلوی مسلک تاریخی حقائق کی روشنی میں
* مسلمانانِ پاک وہند کی فرقہ بندیوں کے حقیقی اسباب اور ان کا تحقیقی جائزہ
* اکابرِعلماءِ دیوبند اور ان کے آبائی عقائد وافکار
* امام احمد رضا کی فارسی شاعری
* ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کے عالم اسلام پر منفی اثرات
* حضرات نقشبندیہ سے امام احمد رضا کے مراسم، مشاہدات وتاثرات
* امام احمد رضا کے فارسی آثار
* شاہ آلِ رسول اور ان کے اکابر
* فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ
* امام احمد رضا کے ایک مستفتی مولانا غلام جیلانی
* امام احمد رضا اور امام ربانی کے فکری مماثلات
* امام احمد رضا کے عربی آثار
* امام احمد رضا کا حاشیہ بخاری ارشاد الساری۔
* قصیدۂ آمال الابرار کا ادبی اور تحقیقی جائزہ
* امام احمد رضا کے اجداد
* امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ
* کلام رضا کی سوانحی، فکری اور تاریخی اہمیت
* امام احمد رضا کے آثارِ علمیہ
* امام احمد رضا بحیثیتِ مفسرِ قرآن
* علامہ مفتی محمد ضیاء الدین قادری رضوی
* امام احمد رضا اور اصولِ فقہ
* حضراتِ نقشبندیہ سے امام احمد رضا کے تعلقات
* عہدِ امام رضا کی ملکی اور غیر ملکی تحریکیں
* امام احمد رضا اور علمائے سندھ
* امام احمد رضا اور علمائے سرحد
* امام احمد رضا اور علمائے پنجاب
* امام احمد رضا کے عربی آثار
* امام احمد رضا کی عربی شاعری، سرزمینِ حجاز کے نشیب وفراز
* قصیدتان رائعتان کا ادبی جائزہ
* امام احمد رضا کے فارسی آثار
* حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں، مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضاخاں، پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری وغیرہ۔

تذکرۂ مخالفین۔ مسعودِ ملت کے کام کا انداز مثبت تھا۔ وہ ردوقد کی بجائے مثبت پیرائے میں اپنا بیان پیش کرنے کے قائل تھے اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔ اس کی مثالیں ان کے مکتوبات میں مل جائیں گی مثلاً وہ ماہر القادری کی تحریر کے خلاف، جوابی تحریر شائع کرنے کے تعلق سے مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "بدخواہوں کی بدخواہی کا جواب شریعت میں جائز ہے، مگر طریقت میں جائز نہیں ۔اس لیے احقر مناسب نہیں سمجھتا کہ ماہر القادری کا جواب دیا جائے بلکہ جتنا وقت اور قوت جواب لکھنے پر صرف کی جائے، مناسب ہے کہ کوئی اور مثبت اور مفید کام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نفس کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ آمین! پنجاب کے بعض احباب نے اس کا جواب لکھنا چاہا تھا۔ احقر نے ان کو بھی منع فرمایا، بلکہ احقر نے ماہر القادری کو شکریہ کا خط لکھا تو وہ نہایت نادم وشرمسار ہوئے۔"

یونہی وہ شاہد علی نورانی کو مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "آپ اعلیٰ حضرت کی شان بیان کریں، مخالف خود بخود خاموش ہو جائے گا۔ تعاقب کرنے سے بات پھیلتی ہے اور سنجیدہ انسان الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اس لیے آپ معقول اور سنجیدہ راہ اختیار کریں۔ گالی کا جواب گالی سے نہ دیں۔ انشاء اللہ اس کا اثر ہوگا۔"

مگر اس کے باوصف متعدد مقامات پر انہوں نے وہابیہ اور دیابنہ کے الفاظ استعمال کیے اور اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

* "تنقیدات و تعاقبات" اور "البریلویہ کا تحقیقی جائزہ" سے بدعقیدہ لوگوں کا مکر وفریب عالم آشکار ہو چکا ہے، مگر وہ اپنی راگنی الاپتے رہتے ہیں۔ سچ فرمایا "بے حیاباش وہرچہ خواہی کن"۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے مکر وفریب اور شر سے محفوظ رکھے۔ آمین! سورۃ الناس میں انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ (ص۱۹۷)

* صوبہ سرحد، کسی زمانے میں اہلِ سنت کا مرکز تھا۔ تحریکِ بالاکوٹ نے عقائد کو یکسر بدل کر اکثر لوگوں کو بدعقیدہ بنادیا۔ (ص۲۴)

* حکومت کے ایک ذمّے دار رکن نے پہلی مرتبہ "فتاویٰ رضویہ" کی اتنی پزیرائی کی۔ سنا ہے کہ ٹی وی پر منظر دکھایا گیا۔ ایک بدعقیدہ کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے جل کر چینل بدل دیا، مگر اتفاق سے دوسرے چینل پر بھی یہی منظر تھا۔ یہ تقریب علمی حیثیت سے اہم ثابت ہوئی۔ (ص۲۶)

* حکیم سید اکرام حسین چشتی کو ایک خط میں لکھتے ہیں: یہ آپ نے صحیح فرمایا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں وہابیہ دیوبندیہ داخل ہو گئے ہیں۔ فقیر نے "جہانِ امام ربانی" میں اس کا ازالہ کیا ہے، بلکہ شروع ہی میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا ذکر کر دیا ہے اور اپنے ابتدائیے میں یہ واضح کیا ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ

الرحمہ کا استحصال کیا ہے اور دوسری طرف امام احمد رضا نے تعلیماتِ مجددیہ کو فروغ دیا۔

* وہابیہ کھلے گستاخ اور دیوبندیہ منافق ہیں۔ ان کی تصویر کے دو رخ ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی شرارت سے اہلِ سنت کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

* احقر کی تالیف سے وہابیہ سخت پریشان ہیں۔(۸۰)

* حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی سے متعلق احقر کی تالیفات سے یہ لوگ چراغ پا ہیں۔(۸۱)

* طحاوی شریف میں تحریفات کا حال سن کر افسوس ہوا۔ وہابیہ و دیوبندیہ خائن ہیں۔ (۱۱۷)

یہ چند مثالیں ہیں اگر اس کتاب کا مطالعہ موضوعاتی انداز میں کیا جائے تو بڑے قیمتی مواد سامنے آئیں گے، انشاء اللہ وقت نکال کر اس طرف ضرور توجہ دی جائے گی۔

جہاں نما

ترتیب: ندیم احمد ندیم قادری نورانی

گذشتہ سال جو حضرات ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل (ٹرسٹ) کے دفتر میں تشریف لائے اُن میں چند شخصیات کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱)مولانا ندیم اختر القادری (آپ صدرِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے خلیفہ اور بحریہ کالج، کراچی میں استاذ ہیں)۔(۲) محمد قاسم چشتی عطاری (پاکستان نیوی، سب میرین فورس)۔(۳)ظہور احمد شیخ عطاری (رکن ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، گلشنِ رضا، کشمیر)۔(۴)ہلال احمد بٹ عطاری (رکن، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، گلشنِ رضا، کشمیر)۔(۵) شہباز شہید (البلال بک سینٹر، اردو بازار، کراچی)۔(۶) پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں صاحب، پروفیسر، شعبۂ تقابل ادیان وثقافت اسلامی، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔(۷) محمد بلال، سیّد (کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ)۔(۸) عابد عطاری (شعبۂ علمیہ، دعوتِ اسلامی ، فیضانِ مدینہ، کراچی)۔ (۹)سلیم عطاری صاحب (شعبۂ علمیہ، دعوتِ اسلامی ، فیضانِ مدینہ، کراچی)۔(۱۰) احمد ترازی (مدیر، ماہنامہ "افق"، کراچی)۔(۱۱) مسرور احمد (نیشنل نیوز ایجنسی، کراچی)۔(۱۲) غلام محمد یٰسین (رکن نوری مشن، شاخ، مالیگاؤں، مہاراشٹر، انڈیا)۔ (۱۳) خدابخش رضوی، امام وخطیب جامع مسجد بیت المکرم، اورنگی ٹاؤن، کراچی۔ آپ نے جدّ الممتار، جلد دوم کی تخریج کی ہے)۔(۱۴) ظہور الدین امر تسری صاحب (بانی ادارۂ پاکستان شناسی، لاہور)۔(۱۵) ڈاکٹر اشتیاق احمد خان (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ حیاتی کیمیا، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی)۔(۱۶) ڈاکٹر محمد صفدر (ایچ، ای، جے، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، آف کیمسٹری، جامعہ کراچی)۔(۱۷) مولانا ابو کلیم محمد وسیم عطاری، (مجلس توقیت، دعوتِ اسلامی، فیضانِ مدینہ، کراچی۔ (۱۸) سیّد محمد عبد اللہ قادری، (نارتھ ناظم آباد، کراچی، شعائر اللہ کی حفاظت اور شہدائے پاکستان کے حوالے سے آپ تحقیقی کام کر رہے ہیں۔) (۱۹) مفتی محمد اکرام المحسن فیضی (رئیس دار الافتاء، انجمن ضیائے طیبہ، کراچی۔ آپ حضرت شیخ الحدیث علامہ منظور احمد فیضی علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں)۔ (۲۰) ابوتراب مولانا ناصر الدین ناصر مدنی (فیڈرل بی۔ ایریا، کراچی)۔ آپ کئی کتب کے مصنّف و مؤلف ومرتب ہیں۔ (۲۱) رئیس احمد قادری شاہین (مدیر اعلیٰ ماہنامہ "فیضانِ مصطفیٰ" وسابق رکن مجلسِ عاملہ، انجمن طلبۂ اسلام۔ آپ میرپور خاص، سندھ کے رہنے والے ہیں اور آپ کا تعلق جماعتِ اہلِ سنّت سے بھی ہے)۔ (۲۲) محمد زکریا شیخ اشرفی، مدیر سہ ماہی "نعت نیوز" کراچی۔ (۲۳) مفتی رفیق اشرفی (خانقاہِ جیلانیہ اشرفیہ، لاہور)۔ (۲۴) مولانا احمد بشیر رضوی (مہتمم جامعہ اسلامیہ رضویہ، رجسٹرڈ، ضلع گوجرانوالہ)۔ (۲۵)مولانا نسیم احمد صدیقی (سربراہ انجمن ضیائے طیبہ، کراچی)۔(۲۶) عبد العزیز موسیٰ (مرکزی خازن، مصطفائی تحریک)۔ (۲۷) شمس الدین سُہرانی، سابق مرکزی سیکریٹری جنرل، انجمن طلباء اسلام، پاکستان، ضلع کشمور، سندھ۔ (۲۸) جان محمد ملک، ڈپارٹمنٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن، سندھ یونیورسٹی، جامشورو۔(۲۹) محمد محسن عطاری (مدرّس جامعۃ المدینہ، فیضانِ قطبِ مدینہ نیوکراچی، کراچی۔) (۳۰) محمد جنید عطاری المدنی (مدرّس جامعۃ المدینہ، فیضانِ قطبِ مدینہ نیوکراچی، کراچی۔) (۳۱) محمد اعظم نقشبندی خطیب جامع مسجد عثمانیہ، محمود آباد، کراچی۔ (۳۲)الطاف مجاہد، (ڈسٹرکٹ نیوز ایڈیٹر، روزنامہ "نوائے وقت"، کراچی۔ (۳۳)شذرہ سکندری (ریسرچ اسکالر شاہ عبد اللطیف یونیورسٹی، خیرپور۔ آپ مفتی محمد رحیم سکندری (سندھی مترجم کنز الایمان) کی بھتیجی ہیں)۔ (۳۴)مولانا شہریار داؤد مسعودی، خطیب جامع مسجد پیر سیّد معصوم شاہ بخاری بالمقابل P.N.S دلاور، صدر، کراچی۔ (۳۵) پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین قادری، سابق کلیۂ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی۔
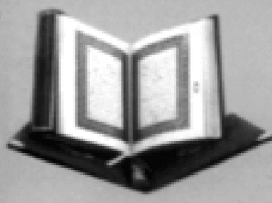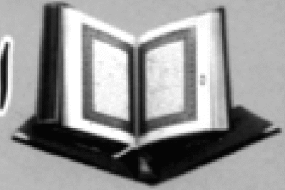
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یاحبیب اللہ

ہم

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کو

سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۱ء

پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب

محمد جنید قادری (B-11، عثمان پلازا، گلشن اقبال، بلاک 3، کراچی)

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضؔا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم

عطیۂ اشتہار

خواجہ راشد علی

KDA فلیٹ، گلشنِ اقبال، کراچی۔

۳۲ویں سالانہ

امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۲ء

کے انعقاد پر

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کو

مبارک باد

طالبِ دعا

محمد قمر الدین خان

مہران کمرشل انٹرپرائزز

پلاٹ C1-1، سیکٹر 21، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی